اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۱۳۵۱

الفضل قادیان

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر غلام نبی

فی پرچہ ۳ر

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۵ روپے

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

نمبر ۸۰ | مورخہ ۵ جنوری ۱۹۳۲ء یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۵ شعبان ۱۳۵۰ھ | جلد ۱۹

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی طبیعت جلسہ سالانہ کے اختتام سے تاہنوز علیل ہے۔ گلے کی تکلیف اور کھانسی کے علاوہ شام کے وقت حرارت بھی ہو جاتی ہے گو گلے کی تکلیف میں پہلے سے افاقہ ہے۔

جلسہ سالانہ کا انتظام ۲ جنوری کی شام سے ختم ہوا۔ منتظمین کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور درخواست کی گئی۔ کہ حضور کارکنوں کے لئے جنہوں نے نہایت تندہی سے مہمانوں کی خدمت کی ہے۔ دعا فرمائیں۔ چونکہ حضور کی طبیعت ناساز تھی۔ اس لئے بعد نماز مغرب کارکنوں کو قصر خلافت میں بلایا گیا۔ دوسرے لوگ بھی پہونچ گئے۔ سب کے لئے لمبی دعا فرمائی۔

۳ جنوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی مسمی قاسم صاحب نمبردار سکنہ گوکیکی ضلع گجرات جو جلسہ سالانہ پر آئے تھے۔ بعارضہ نمونیا فوت ہو گئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جنازہ پڑھایا اور مرحوم عام قبرستان میں دفن کئے گئے۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔

مجلس مشاورت ۱۹۳۲ء کے متعلق اہم اعلان

جملہ جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ امسال انشاء اللہ مجلس مشاورت ۲۵-۲۶-۲۷ مارچ ۱۹۳۲ء کو منعقد ہوگی۔ ۲۵ مارچ بعد نماز جمعہ انشاء اللہ اجلاس مشاورت شروع ہو کر ۲۷ مارچ کی دوپہر تک جاری رہے گا۔

ضروری ہے۔ کہ تاریخ اعلان سے ایک ماہ کے اندر اندر تمام جماعتیں باقاعدہ اپنے اپنے اجلاس کر کے مجلس مشاورت کے لئے نمائندوں کا انتخاب کریں۔ اور اس کے متعلق دفتر ھذا میں باقاعدہ اطلاع بھجوائیں۔ ساتھ ہی ہر جماعت باقاعدہ ایک تحریر اس امر کی تصدیق کے متعلق سکرٹری مجلس مشاورت کے پاس بھیجے۔ کہ فلاں فلاں دوست ہماری جماعت کی طرف سے اس سال کے لئے مجلس مشاورت کے نمائندے منتخب کئے گئے ہیں۔ اور نمائندگان جب مشاورت کے موقعہ پر تشریف لائیں۔ تو اس وقت بھی ایک نقل ایسی تصدیق کی اپنے ساتھ لائیں۔ لیکن جماعتوں کے امراء اس قاعدے سے مستثنےٰ ہوں گے۔ وہ اپنی جماعت کے امیر ہونے کی وجہ سے مجلس مشاورت کے نمائندے بغیر کسی انتخاب کے سمجھے جائیں گے۔

پرائیویٹ سکرٹری

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز قادیان

اخبار احمدیہ

بنگال احمدیہ لیگ کا غیر معمولی جلسہ

سید سعید احمد صاحب برہمن بڑیہ سے بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں:۔

بنگال احمدیہ لیگ کا ایک غیر معمولی اجلاس عام ۲۶۔ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۳۱ء کو زیر صدارت مولوی بدر الدین احمد صاحب بی۔ ایل رنگپور منعقد ہوا۔ اور مولوی بدر الدین احمد صاحب کو صدر۔ آصف علی صاحب پلیڈر برہمن بڑیہ کو وائس پریزیڈنٹ۔ دولت احمد خاں صاحب بی۔ ایل پلیڈر کمیلا کو سیکرٹری۔ عبد الرحمن خاں صاحب پلیڈر کو اسسٹنٹ سکرٹری۔ اور عبد المالک صاحب کو خزانچی منتخب کرنے کے بعد متعدد ریزولیوشنز منظور کئے گئے۔ جن میں مسٹر سٹیونز ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کمیلا پر کمینہ و بزدلانہ حملہ کی پر زور مذمت کرتے ہوئے مسز سٹیونز سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔ اور حکومت کو یقین دلایا گیا۔ کہ دہشت زدگی کے انسداد کے لئے جو اقدام کیا جائے۔ لیگ اس سے تعاون کرنے پر تیار ہے۔

ایک اور قرارداد میں آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ دہلی کے مطالبات کی تائید کی گئی۔ اور مطالبہ کیا گیا۔ کہ پہلے کامل صوبجاتی خود مختاری دے دی جائے۔ اور جونہی مدافعت اور مالیات وغیرہ مسائل حل ہو جائیں۔ آل انڈیا فیڈریشن قائم کر دی جائے۔

خان بہادر کا خطاب

یہ خبر نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ سنی جائے گی۔ کہ جناب مولوی ابو الہاشم خاں صاحب چوہدری ایڈیشنل انسپکٹر آف سکولز بنگال کو جو جماعت احمدیہ کے بڑے مخلص اور خدمت گزار فرد ہیں ۱۹۳۲ء کے نوروز کی تقریب پر خان بہادر کا خطاب ملا ہے۔ ہم اس عزت افزائی پر مولوی صاحب موصوف کو مبارکباد کہتے اور دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ یہ اعزاز ان کے لئے دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے بابرکت کرے۔

پٹنہ کے احمدی احباب سے درخواست

از دیاد محبت کے لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ پٹنہ کے احمدی احباب اپنے اسماء اور پتوں سے مجھے مطلع فرمائیں۔ تا وقتاً فوقتاً ان سے خط و کتابت اور ملاقات کی جا سکے۔ میرا پتہ یہ ہے۔ عبد العلیم خان میر منشی (میرمشی) Roq a/c

Berkshire Regiment

Dinapore Cantt

کے لئے جملہ بزرگان سلسلہ خاص طور پر دعا فرمائیں۔ کہ میں دعاؤں کا ان دنوں سخت محتاج ہوں۔ حامد۔ عفی عنہ۔ از بمبئی۔

۲۔ میرا لڑکا عزیز غلام احمد جنوری میں انشاء اللہ تعالےٰ۔ ایم۔ آر۔ سی۔ پی۔ ڈاکٹری امتحان لنڈن میں دے گا۔ احباب عزیز کی کامیابی کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ خاکسار نیاز احمد سب انسپکٹر پولیس اڑو

۳۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ قرضہ سے مجھے نجات عطا فرمائے۔ خاکسار:۔ غوث محمد۔ گولیکی۔

۴۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ مولا کریم خاکسار کو ہر تکلیف اور مخالفوں کی شرارتوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ عاجز عبد الغفور خاں کراچی۔

۵۔ ہمارے محکمہ میں تخفیف شروع ہے۔ گو میں کئی ایک سے سینیر ہوں۔ لیکن محکمہ میں اغیار کا قبضہ ہے۔ اس لئے دعا کا طالب ہوں۔ خاکسار عبد القدوس۔ اوورسیر۔ ہانسی۔

۶۔ میں ایک لمبے عرصہ سے بیمار و لاچار ہوں۔ بزرگوں اور احباب سے درخواست ہے۔ کہ صحتِ کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار اقبال احمد پسر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔

۷۔ میرا لڑکا دو ماہ سے بیمار ہے۔ دعا صحت کیجائے۔ خاکسار محمد حسین پٹیالہ

اعلانات نکاح

۱۔ ۲۸۔ نومبر ۱۹۳۱ء مسماۃ سیدہ زہرہ خاتون بنت سید ہدایت اللہ کا نکاح بعوض مہر مبلغ پانچسو روپیہ مولوی غلام احمد صاحب مجاہد سے ہوا۔ مولوی سید عبد الحلیم صاحب سکرٹری تبلیغ نے خطبہ نکاح پڑھا۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ اس نکاح کو جانبین کے لئے مبارک کرے خاکسار محمد احمد ساکن کوسمبی۔ (کٹک)۔ ۲۔ میاں نظام الدین صاحب احمدی درزی سکنہ قادیان حال وارد نیروبی نے اپنی دختر امۃ الرحمن کی شادی ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو میاں محمد عارف صاحب احمدی سکنہ کڑیانوالہ ضلع گجرات حال وارد نیروبی سے بعوض دو ہزار شلنگ حق مہر پر کی ہے احباب دعا کریں۔ کہ شادی فریقین کے لئے موجب راحت و آرام ہو۔ خاکسار عمر الدین از نیروبی۔ ۳۔ عزیز محمد ولد میاں جان محمد صاحب سب انسپکٹر جہلم باشندہ ضلع کیمل پور کا نکاح سلامت بی بی دختر میاں بدر الدین صاحب احمدی ساکن منگہ۔ ضلع گجرات کے ساتھ بعوض دو صد روپیہ حق مہر مولوی فضل الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ کھاریاں نے پڑھا۔ اللہ تعالےٰ اس نکاح کو جانبین کے لئے مبارک کرے۔ خاکسار سعد الدین احمدی از کھاریاں۔

۷ جنوری بروز جمعرات روزہ رکھا جائے

اور

چندہ خاص میں حصہ لینے والوں کیلئے دعا کی جائے

جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے اصحاب جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے منہ سے خود سنا تھا۔ ان کی یاد دہانی کے لئے اور دوسرے اصحاب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے ۲۷۔ دسمبر کو اپنی جلسہ سالانہ کی پہلی تقریر میں چندہ خاص کے لئے احباب کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

میرا ارادہ ہے۔ کہ جنوری کے پہلے ہفتہ کی جو جمعرات ہے۔ اس دن روزہ رکھ کر ان کے لئے دعا کی جائے۔ جنہوں نے چندہ خاص میں حصہ لیا۔ اور اپنے آپ کو سابقون الاولون میں سے ثابت کر دیا۔ یا اس چندہ میں حصہ لینے کی نیت رکھتے ہیں۔ مگر ابھی تک توفیق نہیں ملی۔ میں دوسرے احباب کو بھی تحریک کرتا ہوں۔ کہ وہ بھی روزہ رکھیں۔ اور اس دن خاص طور پر اپنی جماعت کے لوگوں کے لئے دعا کریں۔ کہ خدا تعالےٰ ان کی یہ قربانی قبول فرمائے۔ اور آئندہ اس سے بھی بڑھ کر قربانیاں کرنے کی توفیق بخشے۔ اپنی راہ میں قربانیاں کرنے پر بشاشت ایمانی عطا کرے۔ اور سلسلہ کی مدد کرنے میں کبھی انقباض اور تنگی نہ پیدا ہو۔

یوں تو روزہ خود دعا ہے۔ اور دن میں جس وقت کوئی چاہے۔ دعا کر سکتا ہے۔ لیکن روزہ میں چونکہ خصوصیت سے تہجد کا حکم ہوتا ہے۔ اس لئے سحری کے وقت احباب تہجد پڑھیں۔ اور خصوصیت سے دعا کریں۔

حضور کے اس ارشاد کے مطابق اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ ۷۔ جنوری بروز جمعرات روزہ رکھا جائے۔ اور خاص طور پر دعا کی جائے۔ اس موقعہ پر احباب حضور کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے بھی خصوصیت سے دعا کریں۔

درخواست ہائے دعا

۱۔ میرے کاروبار کی ترقی اور مالی قربانیوں کی توفیق پانے کے

۸۔ میرا لڑکا اور میری بیوی سخت بیمار ہیں۔ للہ تمام احمدی احباب ان کی کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار محمد شفیع وٹرنری اسسٹنٹ گوجرانوالہ

ولادت

خدا کے فضل سے خاکسار کے ہاں ۱۱ دسمبر ۱۹۳۱ء کو لڑکا پیدا ہوا ہے۔ احباب اس کی درازی عمر اور خادم دین ہونے کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۸۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۵ جنوری ۱۹۳۲ء | جلد ۱۹

لاہور میں ہندوؤں کی فتنہ انگیزی

تحریک کشمیر کو نقصان پہنچانے کا شرمناک منصوبہ

مسلمانانِ کشمیر کے ابتدائی انسانی حقوق کے مطالبہ اور ریاست کے بے پناہ تشدد اور غیر مسلم حکام ریاست کے جور و ستم کے خلاف مظلومانہ آواز کو فرقہ وارانہ رنگ دیکر اور طرح طرح کے بے بنیاد اور اشتعال انگیز الزامات لگا کر ہندو لیڈر۔ اور ہندو اخبارات برطانوی ہند اور خصوصاً پنجاب میں جو فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسے " ریاستی ہندو ہتیشی سمیلن کانفرنس" کے ذریعہ ۲۶ دسمبر کو لاہور میں اس وقت عملی شکل دے دی گئی۔ جبکہ کانفرنس مذکور کے صدر منتخب راجہ راؤ گوپال سنگھ راٹھور والئے کھردا (راجپوتانہ) کے اعزاز میں " کیسری دل" کا جلوس زیر اہتمام آریہ سوراجیہ سبھا نکالا گیا۔

فتنہ پردازی کا سیل رواں

جلوس کیا تھا۔ اشتعال انگیزی اور فتنہ پردازی کا سیل رواں تھا۔ جو پری محل سے ایسے سائن بورڈ اور ماٹو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ جن پر مندرجہ ذیل الفاظ لکھے تھے:۔

۱۔ " ریاست ہائے حیدرآباد۔ مالیر کوٹلہ۔ رام پور۔ بھوپال بہاولپور میں ہندو ذمہ وار حکومت چاہتے ہیں "

۲۔ " گلینسی کمیشن کو ہندوؤں کے مطالبات ماننے پڑیں گے "۔

(۳) " دھرم کی رکھشا کے لئے ہندو راجگان کو متحد ہونا پڑیگا "

(۴) " ہندو سنگھٹن سب تحریکوں کو کچل سکتا ہے "!

(۵) " ہندو تہذیب کے آگے سب طاقتوں نے سر خم کیا "!

اس کے علاوہ مختلف ٹولیاں مسلم آزار نظمیں گاتی جا رہی تھیں۔ اُن میں سے چند ایک نظموں کے پہلے مصرعے حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ " اٹھاؤ تیر ارجن کا۔ مٹا دو ان (مسلمانوں) کی ہستی کو "

۲۔ " جو دیکھے تیرے مندر کو گرا دو اس کی مسجد کو "!

۳۔ " ہندو قوم دی رکھشا خاطر کیسری دل بنایا ہے "!

ہندوؤں کی سفاکی

اس کے ساتھ ہی نہایت دل آزار نعرے بھی لگائے جاتے تھے۔ یہ جلوس چھپی مٹہ۔ بزاز ہٹہ۔ واٹر ورکس۔ گمٹی بازار۔ سوتر منڈی۔ اور لوہاری دروازہ سے پوری اشتعال انگیزی کے ساتھ گزرتا ہوا جب انارکلی میں پہونچا۔ اور اس وقت تک مسلمانوں نے اپنی امن پسندی اور صبر و ضبط کی وجہ سے اسے عملی شرارت کا کوئی موقعہ نہ دیا۔ تو وہ ہندو جن کے جلوس کی غرض و غایت ہی یہ تھی۔ کہ مسلمانوں پر اپنی طاقت اور قوت کا سکہ بٹھائیں۔ جو گھروں سے نکلے ہی اس نیت سے تھے۔ کہ فتنہ و فساد پیدا کریں۔ اور جنہوں نے ہر رنگ میں مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی پوری پوری سعی کی تھی۔ کس طرح گوارا کر سکتے تھے۔ کہ یوں ہی گزر جائیں۔ چنانچہ انہیں ایک مسلمان کی دوکان کے سامنے جب دو مسلمان کھڑے نظر آئے تو ان پر پل پڑے۔ اسی وقت ایک دوسرے مسلمان دوکاندار کے نوعمر ملازم نور محمد پر حملہ کر کے اسے شدید طور پر زخمی کر دیا گیا۔ جو سخت مجروح ہو کر اسی جگہ گر پڑا۔ اور پھر ہسپتال میں لے جانے پر تھوڑی دیر کے بعد فوت ہو گیا۔

اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ بعض مسلمان دوکانداروں کا مال و اسباب اور نقد روپیہ بھی ہندوؤں نے لوٹ لیا۔ اور آخر پولیس کے آنے پر جلوس والے سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ حکام مزید فساد کو روکنے کے لئے انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ تمام چوکوں اور بازاروں میں پولیس کا پکٹنگ بٹھا دیا۔ اور سوار پولیس بھی ہر جگہ متعین کر دی گئی۔ فی الفور دفعہ ۱۴۴ لگا دی گئی۔ اور شام کے آٹھ بجے کرفیو آرڈر بھی جاری کر دیا گیا۔

اس طرح گو فساد غیر معمولی وسعت اختیار کرنے سے رک گیا۔ تاہم دوسرے دن بھی شہر کے بعض حصص میں ہندوؤں نے ہولناک سفاکی کا ارتکاب کیا۔ جس کی وجہ سے کئی ایک مسلمان زخمی ہوئے۔ جن میں سے دو اور مسلمان جانبر نہ ہو سکے۔

فساد انگیز مظاہرہ

ہندوؤں نے جن میں معلوم ہوا ہے۔ دُور دراز کے ہندوؤں کے علاوہ ریاست کشمیر کے بعض سرکردہ ہندو بھی شامل تھے۔ بلکہ جلسہ و جلوس کے انتظامات میں بڑا حصہ انہی کا تھا۔ حتیٰ کہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ جلوس کے ساتھ جو بینڈ باجا تھا۔ وہ ریاست کشمیر کا سرکاری بینڈ تھا۔ ایسا شرمناک اور فساد انگیز مظاہرہ کیا۔ کہ اس کی بریت میں ہندو پریس باوجود کوشش کے نہ صرف کوئی معقول بات پیش نہیں کر سکا۔ اور فساد برپا کرنے کی ذمہ واری سے ہندوؤں کو بری نہیں ٹھہرا سکا۔ بلکہ اسے اعتراف کرنا پڑا ہے۔ کہ ساری شرارت ہندوؤں نے کی۔ چنانچہ ہندوؤں کے روزانہ اخبار " ویر بھارت " کو جو مسلمانوں کے خلاف تعصب و عداوت میں اور ان کے مقابلہ میں حکومت کشمیر کی حمایت میں دوسرے ہندو اخبارات " ملاپ " اور " پرتاپ " سے بھی چار قدم آگے ہی ہے۔ لکھنا پڑا۔ کہ

" آریہ سوراج سبھا کے زیر اہتمام ریاستی کانفرنس کا جو جلوس نکالا گیا۔ اس میں سب سے زیادہ افسوسناک رویہ ان غیر ذمہ وار ہندوؤں کا تھا۔ جو مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز نعرے لگا رہے تھے۔ اور اپنے آپ کو جلوس کے حلقہ میں محفوظ سمجھتے ہوئے ایک ایسی فضا پیدا کر رہے تھے جس سے نہایت ناخوشگوار نتائج پیدا ہونے کا امکان تھا۔ احراری جلوسوں کی مذمت کی سب سے زیادہ زبردست وجہ یہی ہے۔ کہ ان جلوسوں میں بہت سے غیر ذمہ وار اشخاص ایسے نعرے لگاتے ہیں۔ جن سے ہندو مسلم فساد ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص جس کے دل میں ذرا بھی درد ہے۔ یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ مسلم غنڈہ پن کے مقابلہ میں ہندو غنڈہ پن کو تقویت دی جائے۔ ریاستی کانفرنس کے جلوس میں جو نعرے لگائے گئے تھے ان میں ذیل کے نعرے خاص طور پر قابل توجہ ہیں:۔

" ایچی ٹیٹروں کو تباہ کر دو۔ عبداللہ کو تباہ کر دو۔ ارجن کی طرح دشمن کے کلیجہ میں تیر مارو۔ بندہ بیراگی کی طرح دشمن سے انتقام لو "! وغیرہ وغیرہ۔

" جلوس میں سب سے زیادہ افسوسناک واقعہ اس وقت رونما ہوا۔ جبکہ ایک شوریدہ سر ہندو نے ایک مسلمان لڑکے پر حملہ کر دیا۔ لڑکا ہسپتال بھیج دیا گیا۔ زخم گہرا آیا تھا۔ لیکن حالت خطرہ سے باہر بیان کی جاتی ہے۔ قصہ مختصر جلوس کا رویہ بے حد قابل مذمت تھا "!

حکّام کی غفلت

یہ ہے " ویر بھارت " کے الفاظ میں اس جلوس کا " مختصر قصہ " جو لاہور کے بڑے بڑے بازاروں کا چکر لگاتا ہوا آخر ایک بے گناہ مسلمان لڑکے کا خون بہانے اور فتنہ و فساد برپا کر دینے پر ختم ہوا۔ امن عامہ کے وہ ذمہ وار حکام جنہوں نے ہولناک حادثہ کے بعد حفاظتی

انتظامات کی طرف توجہ کی۔ جلوس کے اشتعال انگیز رویہ اور فتنہ پرور طریق عمل سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ انہوں نے ایسے جلوس کو شہر میں گشت کرنے کی اجازت ہی کیوں دی۔ اور کیوں وہ اس بات کا انتظار کرتے رہے۔ کہ کوئی حادثہ رونما ہو۔ تب وہ حرکت کریں۔ اگر جلوس کی فتنہ انگیزی کو جو اس قدر واضح اور اتنی نمایاں تھی۔ کہ خود ہندوؤں کو اس کا اعتراف ہے۔ جیسا کہ "ویر بھارت" کے مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے ابتدا میں ہی روک دیا جاتا۔ تو نہ تین چار بے گناہ اور بے قصور مسلمانوں کی جانیں جاتیں۔ نہ حکام کو اس قدر مشقت برداشت کرنی پڑتی۔ نہ فوجوں مشین گنوں مسلح کاروں وغیرہ کی نمائش کی ضرورت پیش آتی۔ تاہم شکر ہے۔ کہ فوری انتظامات کر لئے گئے اور جان و مال کا جو خدشہ ہندوؤں کی فتنہ پردازی نے پیدا کر دیا تھا۔ اس کی وقتی طور پر روک تھام ہو گئی ؛

مسلمانوں میں بے چینی

اب فسادات کی تحقیقات۔ اور مجرموں کی گرفتاری و سزا دہی کا کام شروع ہے۔ لیکن مسلمانوں میں اس وجہ سے بے حد اضطراب اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ کہ تفتیش کے کام پر زیادہ تر ایسے ہندو پولیس افسر متعین ہیں۔ جن کی جانبداری اور تعصب کیشی کی عام شکایت ہے۔ اسی طرح ان فسادات کے مقدمات کی سماعت کے لئے بھی ایک ہندو ای۔ اے۔ سی سپیشل مجسٹریٹ مقرر کیا گیا ہے اگرچہ فساد کے بانی ہندو تھے۔ لیکن گرفتاریاں زیادہ تر مسلمانوں کی ہو رہی ہیں۔ ۱۹۲۷ء کے فسادات کا تلخ تجربہ بھی مسلمانوں کے سامنے ہے۔ ان حالات میں نہایت ضروری ہے۔ کہ تفتیش میں مسلمان افسروں کو بھی متعین کیا جائے۔ اور حکومت ہندو نوازی کا شیوہ ترک کر دے۔ تاکہ پُر امن فضاء پیدا ہو سکے ؛

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے

ہندو معاملات کشمیر کے سلسلہ میں جس شرارت اور فتنہ انگیزی کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسے عملی جامہ پہنانے کی ابتداء انہوں نے لاہور سے کر دی ہے۔ اور کوئی عجب نہیں۔ اگر دوسرے مقامات پر بھی وہ اسی قسم کی شرارتیں کر کے مسلمانوں کو فساد اور بلوہ کے جھگڑوں میں الجھا دیں۔ اور پھر حکومت کے اداروں پر قابو رکھنے کی وجہ سے سخت نقصان پہونچانے کی کوشش کریں۔ تاکہ مسلمان کشمیر کے مظلوم اور ستم رسیدہ بھائیوں کی امداد کرنے کی بجائے اپنی مصیبت میں پھنس جائیں۔ اور ان کی اس وقت تک کی قربانیوں نے حکومت کشمیر پر جو اثر ڈالا ہے۔ اور جسے دور کرنے کے لئے وہ کئی قسم کی چالیں چل رہی ہے۔ اس کا دباؤ کم ہو جائے۔ ہندوؤں کی ساری فتنہ پردازی کی غرض و غایت یہی ہے اسی لئے وہ مسلمان ریاستوں کی ہندو رعایا کو بھڑکانے اور مسلمان ریاستوں میں شرارت پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں

مگر برادران اسلام کی دُور اندیشی اور عقلمندی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ فتنہ و فساد کے ہر موقعہ سے مجتنب رہ کر ہندوؤں کو اپنے ناپاک منصوبہ میں کلیتہً ناکام کر دیں۔ اور اپنی تمام کوششیں اور سرگرمیاں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی وساطت سے مسلمانان جموں و کشمیر کی حمایت اور امداد میں صرف کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اپنی جان و مال۔ عزت و آبرو کی حفاظت نہ کریں۔ اس کے لئے ہر وقت مردانہ وار تیار رہیں۔ لیکن جب تک خطرہ انتہائی صورت نہ اختیار کرلے۔ اور خود حفاظتی کا آخری لمحہ نہ آجائے۔ اس وقت تک یہی کوشش کریں۔ کہ فتنہ ٹل جائے ؛

گاندھی جی کے خطرناک ارادے

معلوم ہوتا ہے۔ گاندھی جی کو گول میز کانفرنس میں ہندو راج قائم کرنے کے منصوبوں میں جو ناکامی ہوئی ہے۔ اس کا ان کی ذہنیت پر نہایت ناگوار اثر پڑا ہے۔ اور وہ عدم تشدد کے تمام دعاوی سے دست بردار ہوتے ہوئے لڑائی اور جنگ کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اور لاکھوں جانیں قربان کر دینے کے دعوے کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بمبئی پہونچتے ہی ۲۸ دسمبر کو آزاد میدان میں جو تقریر کی۔ اس میں کہا:-

"اگر لڑائی کے بغیر چارہ نہ رہا۔ تو میں تمہیں اس کے لئے تیار رہنے کی دعوت دُونگا"

"میں ہندوستان کی آزادی کے لئے لاکھوں جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کرونگا"

گاندھی جی کے ان ارادوں سے ظاہر ہے۔ کہ وہ ہندوستان کی فضاء کو کیسے خطرات سے پُر کرنا چاہتے ہیں۔ اور ملک کے ہر بہی خواہ کو کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان کے خیالات میں آزادی کی رُوح کی بجائے فتنہ و فساد کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ امید ہی نہیں۔ بلکہ یقین ہے۔ کہ مسلمان نہ صرف گاندھی جی کی تازہ فتنہ انگیزی میں ان کا ساتھ نہ دیں گے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہوگا۔ ہر شر انگیز تحریک کو کچل دینے کی بھی کوشش کریں گے ؛

کانگرس اور اقلیتیں

گاندھی جی نے لنڈن جانے سے قبل اقلیتوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے میں جس لاپرواہی اور عدم توجہی کا ثبوت دیا۔ اور پھر ولایت میں جو افسوسناک رویہ اختیار کیا۔ اس کی مذمت ہر وہ شخص کرنے پر مجبور ہے۔ جو ہندوستان کی ترقی اور آزادی کے لئے ہندوؤں کا اقلیتوں کو مطمئن کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ گاندھی جی کا خیال تھا۔ کہ اقلیتوں کے حقوق کو نظر انداز کرتے ہوئے جو کچھ وہ پیش کرینگے اسے برطانیہ فوراً منظور کر لے گا۔ اسی امید پر انہوں نے بار بار زور دیا۔ کہ اقلیتوں کے حقوق کے تصفیہ کو ملتوی کر کے ہندوستان کے آئندہ نظام کا فیصلہ ان کی خواہش کے مطابق کر دیا جائے۔ لیکن جب اس میں انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ اور اب پھر حکومت سے جنگ شروع کرنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں مسلمان اور دوسری اقلیتیں یاد آئی ہیں چنانچہ انہوں نے لنڈن سے واپسی پر جو پہلی تقریر کی۔ اس میں کہا ہے:-

"مجھے یقین ہے۔ کہ کانگرس اب مسلمانوں سکھوں اور دوسری تمام اقلیتوں کی خدمت کرتی رہے گی۔ اور یقین واثق ہے۔ کہ یہ تمام جماعتیں تصفیہ کے لئے کانگرس کے پاس آئیں گی"؛

اگر اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہندو جبر اور طاقت سے حکومت کے علاوہ اقلیتوں کو بھی تصفیہ کے لئے کانگرس کے پاس آنے کے لئے مجبور کر دیں گے۔ تو گاندھی جی کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اب تصفیہ کے لئے کانگرس کو اقلیتوں کے پاس جانا پڑے گا۔ کیونکہ اقلیتیں ہر ممکن کوشش کر کے دیکھ چکی ہیں۔ کہ کانگرس انہیں حقوق دینے کے لئے تیار نہیں ؛

اچھوت اقوام اور گاندھی جی

گاندھی جی کی آمد پر اچھوت اقوام کے ہزاروں انسانوں نے سیاہ جھنڈیوں۔ اور مخالفانہ نعروں سے جو استقبال کیا۔ اس کے متعلق تو اچھوت اقوام کی آل انڈیا جمعیت نے کچھ نہیں کہا البتہ اس موقعہ پر کانگرسیوں کو زدوکوب کرنے کا جو واقعہ پیش آیا اسے "خلاف تہذیب اور قبل از وقت" قرار دیتے ہوئے ناپسند کیا ہے۔ اگرچہ نوجوانوں کے ایک طبقہ نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ؛

چونکہ گاندھی جی کو اگر پوری طرح نہیں۔ تو ایک حد تک اچھوت اقوام کے اصلی جذبات کا اندازہ لگانے کا موقعہ مل گیا ہے۔ اس لئے انہوں نے بھی اچھوت اقوام کے پرجوش نوجوانوں کی حمایت میں آواز اٹھاتے ہوئے کہا۔ "حقیقتاً اچھوتوں نے ہندوؤں کے ہاتھ سے اٹھایا ہے۔ کسی نے نہیں اٹھایا۔ اگر اچھوت چند ہندوؤں کے سر بھی توڑ دیں۔ تو میں ان سے ناراض نہ ہوں گا۔ مجھے پُورا یقین ہے کہ جب تک ہم اچھوتوں سے بغل گیر نہ ہوں گے۔ اور حقوق کے معاملہ میں انہیں مطمئن نہ کریں گے۔ آزادی کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو گی"؛

اچھوت اقوام کے نمائندوں کی کتنی شرافت ہے۔ کہ جن لوگوں نے ان کو سب سے زیادہ نقصان پہونچایا۔ ان کے ساتھ اپنی قوم کے چند نوجوانوں کا تصادم ہو جانے پر اظہار ناپسندیدگی کر رہے ہیں اس کے مقابلہ میں گاندھی جی۔ اور دوسرے ہندوؤں کا فرض ہے۔ کہ زبانی جمع خرچ کرنے کی بجائے عملی طور پر اچھوت اقوام کو ان کے حقوق دیں اور انہیں ہندوؤں سے علیحدہ قوم تسلیم کریں۔ ورنہ ناممکن ہے۔ کہ اچھوت اقوام مطمئن ہو سکیں۔

(۹)

ضرورتِ مذہب

جناب چودہری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے نے ۲۸ دسمبر سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ضرورت مذہب کے نہایت اہم موضوع پر حسب ذیل تقریر فرمائی

تلاوت قرآن کریم کے بعد فرمایا:۔

اس وقت میں جس موضوع پر گفتگو کرنے لگا ہوں۔ وہ ضرورت مذہب ہے۔ دنیا میں

تمام اقوام کے لوگ

ہندو مسلمان عیسائی یہودی سکھ۔ زرتشتی وغیرہ سب مذہب کے قائل ہیں۔ اور بہت کم ایسے ہیں۔ جو کسی مذہب کے قائل نہ ہوں۔ پھر خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس مضمون کی ضرورت کیا ہے۔ سو اس کے لئے جاننا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ لوگ مذہب کو مانتے بھی ہیں اور پھر نہیں بھی مانتے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ آج کل ہندوستان میں سیاسیات کا زور ہے۔ لوگ پالٹیکس میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کا خیال ہے۔ کہ مذہبی جوش کو دبا کر ہی ملک کی سیاسی نجات ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ آج کل سیاسی لیڈر اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ

مذہب سے علیحدہ ہو کر

سیاسی میدان میں کام کرنا چاہیئے۔ جس طرح دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ افراد اپنے گزشتہ تجارب کی بنا پر زندگی گزارتے ہیں۔ اسی طرح قوموں کا حال ہے۔ اقوام کا

گزشتہ تجربہ

بھی انہیں مجبور کرتا ہے۔ کہ اس کے خلاف نہ کریں۔ ہندوستان میں یہ کڑوا تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ ہندوؤں کا مذہب ان کی قومی کمزوری کا موجب ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں ایسے قوانین موجود تھے۔ جو انہیں کمزور کرنے والے تھے۔ یہ خیال کہ ہندوستانی بزدل ہیں۔ اور غیر اقوام کے حملوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ

ہندو مذہب کے قوانین

ایسے تھے۔ کہ انہوں نے اس قوم کو سیاسی اور فوجی رنگ میں کمزور کر دیا۔ ذات پات کی وجہ سے آپس میں تفریق پیدا کر دی۔ اور ایک قوم کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس طرح آپس میں اختلاف۔ دشمنی اور عدم محبت کے جذبات پیدا ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہر سے آنیوالی قومیں غالب آگئیں۔ ہندو دہرم کے مطابق۔ برہمن۔ ویش۔ اور شودر لڑ نہیں سکتے تھے۔ گویا ¾ حصہ قوم کا جنگی خدمات کے لحاظ سے اس طرح ناکارہ ہو گیا۔ باقی رہ گئے کھشتری۔ صرف ان کے ذمہ دشمنوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ لیکن جب تک قوم کے دوسرے حصے مدد نہ کریں۔ ایک مخصوص طبقہ دشمن کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہندوؤں کی

اس تفریق کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ ہمیشہ حملہ آوروں سے مغلوب ہوتے رہے اور یہی وہ تجربہ ہے جسے مدنظر رکھتے ہوئے ہندو لیڈر اب یہ پکار رہے ہیں۔ کہ مذہب کو چھوڑ کر سیاسی میدان میں آؤ۔ کیونکہ گزشتہ تجربہ نے انہیں بتا دیا ہے۔ کہ ان کا مذہب ہی دراصل ان کی

سیاسی ہلاکت

کا موجب ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہندو لیڈر بار بار کہتے ہیں۔ کہ مذہب کوئی چیز نہیں۔ مسٹر تلک جو ایک مشہور سیاستدان تھے۔ وہ وید کو الہامی نہیں مانتے تھے۔ لالہ لاجپت رائے بھی باوجودیکہ پہلے پکے آریہ سماجی تھے۔ بعد میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کرنے لگے تھے۔ میں نے خود بعض سیاسی لیڈروں مثلاً جواہر لال نہرو وغیرہ کو خطوط لکھے۔ تو انہوں نے یہی جواب دیا۔ کہ ہمیں مذہب سے کوئی سروکار نہیں؛

یہ تو ہندوؤں کا حال ہے۔ اس کے علاوہ

موجودہ مسلمانوں کے تجربات

مذہب کے متعلق بھی کوئی خوشکن نہیں ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ اسلام کو صحیح طور پر نہیں ملنتے۔ بلکہ یومنون ببعض و یکفرون ببعض۔ پر عمل کرتے ہیں۔ اسی لئے اپنے مقاصد میں ناکام رہتے ہیں قرآن کریم میں یہ خصلت یہودیوں کی بیان کی گئی ہے اور اسی کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے۔

لعنت کا مفہوم

یہ ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہیں۔ اور اس کی مدد سے محروم۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کرتے تھے۔ اور ہر طرح کامیاب ہوتے تھے۔ اور

خدا تعالیٰ کا وعدہ

تھا کہ [illegible] مسلمان سو کفار پر غالب آئیں گے۔ لیکن ہمارے دیکھتے دیکھتے ترکوں نے جب اعلان جہاد کیا۔ تو ایسی شکست کھائی۔ کہ ان کے قبضہ میں صرف ½ حصہ ملک باقی رہ گیا۔ اب وہ اگر جہاد کے متعلق اس تجربہ کی بنا پر کہیں۔ کہ مذہب کو ترک کر دینا چاہیئے۔ تو اپنی سمجھ کے لحاظ سے ایک حد تک حق بجانب ہوں گے۔ کیونکہ ان کا تجربہ خلاف توقع نکلا۔ لیکن دراصل بات یہ ہے۔ کہ وہی جہاد

خدا تعالیٰ کی نصرت

کا موجب ہوتا ہے جو اس کی رضا اور اس کی مخلوق کی بہتری کے لئے کیا جائے۔ لیکن ترکوں نے نفسانی جذبات کو خدا بنایا۔ اور نفس پرستی کے لئے جنگ کی۔ ان کے اندر وہ نور اور وہ درد نہ تھا۔ جو ایک مسلمان کے دل میں چاہیئے۔ جہاد کے لئے ضروری ہے۔ کہ پہلے اپنے

نفس پر چھری

چلائی جائے۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اور ناکام رہ گئے۔ پس ان قوموں کے لیڈر اس لئے کہتے ہیں۔ کہ مذہب چھوڑ دو۔ کیونکہ ان کا تجربہ یہی ہے۔ کہ جسے وہ مذہب سمجھتے ہیں۔ وہ نقصان رساں چیز ہے۔

لیکن یہ کہنا۔ کہ مذہب تشتت و تفریق پیدا کرتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ اگر

انسانی تاریخ کا مطالعہ

کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ دنیا میں سب سے پہلا اتحاد مذہب کے نام پر ہی ہوا۔ مذہب کی خاطر انسان اپنے جذبات۔ اپنے وطن۔ اپنے مال و جان غرضیکہ ہر چیز کی قربانی کر سکتا ہے۔ اور سب چیزوں کو چھوڑ کر دوسروں سے مل سکتا ہے۔ دیکھو اسلام نے کس طرح۔ اہل عرب یمنی۔ شامی مصری۔ ہندوستانی۔ ایرانی۔ افغانی۔ سیاہ فام اور سرخ و سفید رنگ کی اقوام کو یکجا کر دیا۔ مسلمان اسلام لانے سے قبل مختلف خیالات اور عقائد کے لوگ تھے لیکن

مذہب کے نام پر

وہ سب ایک ہو گئے۔ اور چونکہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ تجربہ سے جو چیز ایک بار مفید ثابت ہو۔ اسے آئندہ بھی استعمال کر کے وہی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اس لئے آئندہ بھی حقیقی اتحاد اسی طرح ہوگا۔ کہ لوگ سچا مذہب اختیار کر لیں۔ مذہب بنی نوع انسان سے مخالفت نہیں سکھاتا۔ بشرطیکہ اسے صحیح طور پر سمجھا جائے۔ لیکن لوگ مذہب کو سمجھنے کی بجائے یورپ کی

اندھا دھند تقلید

ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ اہل یورپ نے مذہب کو خیرباد کہکر ترقی کی ہے۔ اس طرح ہم بھی کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان سے بھی مذہب کو خارج کر دیا جائے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔

یورپ میں مذہب

موجود ہے۔ میں وہاں کئی سال رہا ہوں۔ مگر مجھے بہت کم ایسے لوگ ملے۔ جو کسی نہ کسی مذہب کے قائل نہ ہوں۔ اور وہ بھی ایسے تھے۔ کہ [illegible]

علاوہ وجوہات مذکورہ بالا کے جو غیر صحیح ہیں۔ ایک

حقیقی وجہ

یہ ہے۔ کہ مذہب کے متعلق ایک شبہ انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے اور یہ ایک فطرتی جذبہ ہے۔ جو ضرور پیدا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو۔ تو پھر درحقیقت ایک بہیمہ اور خدا تعالیٰ میں امتیاز مشکل ہے۔ انسانی فطرت ایسی ہے۔ کہ وہ

روایتی مذہب

پر قائم نہیں رہ سکتی۔ اس کے اوپر عقل کا درجہ ہے۔ اور اس سے اوپر گزشتہ زندگی کا تجربہ۔ ان سب مراحل کو طے کر کے انسانی طبیعت مذہب کے متعلق مطمئن ہوتی ہے۔ وگرنہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کو ماننا انسان کا

طبعی خاصہ

ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنی انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ وہ عبادت الٰہی کرے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں پا سکتے۔ وہ سورج۔ چاند۔ پتھر۔ دریا۔ پانی۔ اشجار وغیرہ معبودان باطلہ کی پرستش کرتے ہیں۔ کیونکہ عبودیت انسان کی فطرت میں ہے۔ اس لئے جسے صحیح معبود نہ ملے۔ وہ غلط طور پر عبادت شروع کر دیتا ہے۔ یہی وہ کشمکش ہے جس کی طرف قرآن پاک کی آیت یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن۔ اس میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اے جن وانس کی جماعتو! اگر تم طاقت رکھتے ہو۔ کہ خدا کی حکومت سے نکل جاؤ۔ تو پھر نکل جاؤ۔ مگر تم ایسا نہیں کر سکتے۔ یعنی تم خواہ کہیں چلے جاؤ۔ خدا کی حکومت تم پر رہے گی۔ اور یہ کوئی بوجھ نہیں بلکہ انسان پر

اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ انسان کو پیدا کر کے چھوڑ نہ دے۔ بلکہ اور روحانی ترقیات عطا کر کے اپنے قرب کے مقام پر پہنچائے

قرآن مجید کے دلائل کا انحصار صرف منطق پر نہیں۔ میں نے

ایک مستند استاد

یعنی مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب سے سنا ہے۔ کہ منطقی مولویوں کو توحید باری تعالےٰ کی صرف ایک ہی دلیل قرآن کریم سے ملی ہے یعنی یہ کہ اگر ایک سے زیادہ معبود ہوتے۔ تو نظام قدرت میں فساد برپا ہو جاتا۔ مگر یہ ان لوگوں کی

کوتاہ نظری

ہے۔ کیونکہ قرآن شریف توحید باری تعالےٰ کے دلائل سے بھرا پڑا ہے بات یہ ہے کہ [illegible] منطقی صرف عقلی باتوں کو لیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف لیسے رنگ میں انسان کی فطرت۔ دل و دماغ۔ جذبات واحساسات۔ خواہشات وتجارب عالیہ وروحانیہ وغیرہ کو اپیل کرتا ہے۔ کہ بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ اور ایک نشہ اور خمر پیدا کر دیتا ہے۔ یہ کہنا۔ کہ اس میں صرف عقلی دلائل ہیں قطعاً غلط ہے۔ وہ انسان کو بحیثیت انسان مخاطب کرتا ہے۔ چنانچہ ضرورت مذہب کے متعلق محض ایک طبعی احساس کو انتخاب کیا ہے۔ جو حیوانوں کیڑوں مکوڑوں اور عقل سے عاری حشرات الارض میں بھی پایا جاتا ہے۔

فرمایا۔ انسان زندگی کو موت پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ پاگل اور حیوانات بھی موت سے دور بھاگتے ہیں۔ اور قرآن کریم انسان کی ہدایت کے لئے اسی اصل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔ تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شیئٍ قدیر۔ الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ آزمائے۔ کون اچھے عمل کرتا ہے اس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ

حیات کا راز

یہ ہے۔ کہ انسان نیک عمل کرے۔ پھر دوسرے مقام پر فرمایا۔ ما یستوی الاعمیٰ والبصیر۔ ہر شخص جس طرح یہ مانتا ہے۔ کہ موت وحیات برابر نہیں۔ اسی طرح یہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ اعمیٰ اور بصیر برابر نہیں ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ حیات موت سے بہتر ہے۔ مگر تندرست زندگی ناقص زندگی سے بہتر ہے۔ پھر ظلمت اور روشنی برابر نہیں ہو سکتا ہے۔ ایک شخص کے اندر نور ہو۔ مگر اس کے چاروں طرف اندھیرا ہو۔ اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور دنیا میں ایسا ہوتا ہے ایسی حالت میں ہونیکی وجہ سے ہی بعض لوگوں نے

اجرام فلکی کی پرستش

شروع کر دی ہے۔ اس سے آگے فرمایا۔ ولا الظل ولا الحرور۔ کہ سایہ اور دھوپ برابر نہیں۔ دھوپ سے بچنے کے لئے لوگ مکانات تعمیر کرتے ہیں۔ اور درختوں کا سایہ ڈھونڈتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے انبیاء بھی اللہ تعالیٰ کا ظل ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اقوام جو نبی سے فائدہ نہیں اٹھاتیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر دھوپ میں جلنے والے انسان کی۔ اور مومن کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایسے باغات میں رہنے والے کی جہاں چشمے اور نہریں جاری ہوں۔ اس سے آگے فرمایا۔ وما انت بمسمع من فی القبور یعنی اے رسول تو ان کو نہیں سنا سکتا۔ جو قبروں میں ہیں۔ اسی طرح فرمایا کہ

مفید اور غیر مفید زندگی

یکساں نہیں ہو سکتی۔ اور یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جن کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

[illegible] اور زندگی بھی محنت والی اچھی ہیں۔ تو ضروری ہے کہ اس کے لئے کوئی قواعد وضوابط ہوں۔ انہی کا نام مذہب ہے۔ ایک انسان جو کسی قاعدہ یا ضابطہ کا پابند نہیں بننا چاہتا۔ وہ ان سب باتوں سے کسی ایک سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا یہی وجہ ہے۔ کہ ہر پھر کر مذہب کے مخالفوں کو بھی آخر اس طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ پہلے ایک شخص اٹھتا ہے۔ اور مذہب کو لغو قرار دیتا ہے مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دیتا ہے ایک یورپین عورت جس کا نام مسز بسنٹ ہے نے پہلے تو یہ اعلان کیا۔ کہ مذہب کی ضرورت نہیں۔ ان کا ہم خیال ایک انگریز بریڈلا

نامی بھی تھا۔ اور یہ دونوں آپس میں ملکر رہتے تھے۔ آخر بریڈلا نے بھی مرنے سے پہلے اسباب کا اقرار کر لیا۔ کہ خدا ہے۔ اور مسز بسنٹ تو تھیوسافیکل سوسائٹی کی بانی ہیں۔ اسی طرح

دیو سماجی فرقہ

کے بانی اگنی ہوتری ہیں۔ وہ پہلے برہمو سماجی تھے۔ اور وحی والہام کے قائل نہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دفعہ ملے۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ یہ دہریہ ہو جائیگا۔ آخر اس نے خدا کا انکار کر دیا۔ مگر ایک نئے مذہب دیو سماج کی بنیاد رکھدی جس کے پیرو جن بھوت کو تو مانتے ہیں۔ مگر خدا کی ہستی کے منکر ہیں ؛

میں نے ترکوں کے جہاد میں ناکامی کا ذکر کیا۔ اور بتایا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ اسلام کی ساری تعلیمات پر پوری طرح عمل نہیں کرتے۔ اسی طرح قرآن کریم میں یہ بھی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ اگر ایک مومن دشمنوں پر کامیابی چاہتا ہے۔ تو تکلیف دہ جگہ سے

ہجرت

کر جائے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہجرت کی اور اس کے نتیجہ میں اہل مکہ ذلیل ہوئے۔ مگر ہندوستان کے مسلمانوں نے سنہ ۱۹۲۱-۲۲ء میں ہجرت کی۔ اور کہا۔ ہندوستان کی حکومت کافر ہے۔ اس لئے یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔ لیکن یہاں سے نکلے۔ تو مسلمانوں نے ہی ان کو لوٹ لیا۔ میں اس وقت انگلستان میں تھا۔ اور وہاں میرے ایک دوست مسٹر حبیب الرحمٰن پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ وہ میرے پاس آکر کہنے لگے۔ تمہاری جماعت کیا کرتی ہے۔ دیکھو ہم لوگ کیسی قربانی کر رہے ہیں۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان جا رہے ہیں میں نے کہا۔ یہ

اسلامی ہجرت

نہیں۔ اس لئے اس کے نتائج نہایت خراب نکلیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا غرض انسانی طبیعت اسباب کو مانتی ہے۔ کہ

متقی اور فاسق

برابر نہیں ہو سکتے۔ اور متقی اسے کہتے ہیں جو دکھ اور تکالیف سے بچنا چاہتا ہے۔ اور پیچھے آدمی کو ضرور کسی ضابطہ یا قاعدہ کی پابندی کرنی پڑیگی کھانے۔ پینے۔ سونے۔ جاگنے۔ بیاہ شادی وغیرہ امور کے متعلق وہ کوئی قواعد بنائیگا۔ اور ان کے ماتحت چلیگا۔ اور جو شخص ان ضوابط میں سے بعض کو چھوڑ کر اور صرف چند ایک پر عمل کر کے چاہے۔ کہ دکھوں سے بچ سکے۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ انسانی فلاح کے لئے پابندی اور مذہبی قیود ضروری ہیں۔

دوسری دلیل

ضرورت مذہب پر یہ ہے کہ مذہب کی یہ تعلیم ہے۔ کہ انسان کو خدا تعالےٰ نے دوسرے حیوانات کی طرح کا پیدا نہیں کیا۔ بلکہ بالقوہ اس کا رتبہ فرشتوں سے بھی بالا رکھا ہے۔ اور اسے ایسے قویٰ دیئے ہیں۔ کہ اگر چاہے

تو ترقی کر کے فرشتوں سے بھی بالا ہو سکتا ہے جس طرح بڑ کے

درخت کے بیج

کو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے۔ کہ اتنے معمولی بیج سے اس قدر بڑا درخت کس طرح پیدا ہو گیا۔ اسی طرح انسان کی حالت ہے۔ جسم میں تو یہ حیوانوں سے بھی کمزور ہے لیکن قویٰ ایسے اسے دیئے گئے ہیں۔ کہ اگر چاہے۔ تو ترقی کر کے فرشتوں سے بھی اوپر پہنچ سکتا ہے اور یہ خیال انسان کو بلند پروازی کی طرف لے جاتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

بلند ترین مدارج

حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ انسان کے لئے غیر معمولی ترقیات کے دروازے کھلے ہیں۔ لیکن اگر اس تفوق انسانی کے خیال کو دل سے نکال دے۔ تو انسانیت سے گر کر حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حیوانوں کے قویٰ محدود ہیں۔ شیر خطرناک درندہ ہے۔ مگر وہ

ایک رات میں

ایک ہی شکار مارتا ہے۔ مگر انسان اگر درندگی پر اتر آئے۔ تو ملکوں کے ملکوں کو خاک سیاہ کر ڈالتا ہے۔ خلق کے لحاظ سے بے شک انسان اشرف ہے مگر اشر بھی ہے۔ اور

اشرف بننے کے لئے

قواعد اور ضوابط کی پابندی ضروری ہے۔ اور اس کا نام مذہب ہے محض عقل خود غرضی سکھاتی ہے۔ اور خشک فلسفہ قربانی سے دور لیجاتا ہے۔ حالانکہ

انسانی کامیابی

کا راز ہی قربانی میں ہے۔ اور قربانی مذہب پر چلنے سے ہی انسان کر سکتا ہے اور مذہب ہی انسان کو ہر قسم کی قربانی کے لئے آمادہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کے اندر ایک ایسی روح ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ کفار بھی قربانیاں کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ دنیوی چیزوں کے لئے قربانیاں کرتے ہیں۔ مگر

مومن خدا کے لئے

کرتا ہے۔ غیر مسلم بھی جنگیں کرتے ہیں۔ مگر دنیوی اغراض کے ماتحت مگر مومن خدا کے لئے کرتا ہے۔ وہ یؤمنون بالغیب کے ماتحت غیر مرئی چیزوں کے لئے جان دیتا ہے۔ اور یہ وہ قربانی ہے جو اسے اخلاقی نقائص سے پاک کرتی ہے۔

نفسانی خواہشات

کے ماتحت قربانی کرنے والے اخلاقی عیوب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ دیکھو دو شخص اگر ایک ہی عورت پر فدا ہوں۔ تو ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوں گے لیکن

خدا تعالیٰ کے دو عاشق

ایک دوسرے کے بھی عاشق ہوں گے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا۔ ہم نے شریعت (یعنی الٰہی قواعد و ضوابط کی پابندی) کی امانت کو پہاڑوں پر پیش کیا۔ لیکن وہ اس کے اہل ثابت نہ ہوئے۔ مگر انسان نے اسے برداشت کر لیا۔ کیونکہ وہ اپنے نفس پر ظلم کر سکتا ہے

معبودان باطلہ کی پرستش

سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دلیل یہ دی ہے۔ کہ تم ان سے بالا ہو۔ سورج چاند۔ وغیرہ تمام تمہارے غلام ہیں۔ کیا تم اپنے غلاموں کو پوجتے ہو۔ شمس و قمر تو

انسان کے فائدہ کے لئے

پیدا کئے گئے ہیں اور انسان سب پر حکومت کرتا ہے بعض پر بالواسطہ اور بعض پر بلاواسطہ۔ دریا کا کام ہے۔ کہ جو اس میں داخل ہو۔ اسے غرق کر دیتا ہے۔ لیکن کشتی پر سوار ہو کر انسان اسے عبور کر سکتا ہے یہ بالواسطہ حکومت ہے۔ اور بلاواسطہ اس طرح کہ ایک نبی سمندر کو کہتا ہے پھٹ جا۔ تو وہ پھٹ جاتا ہے ایک فلسفی تو اس مقام پر شبہ میں پڑ جائیگا لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ حضرت موسیٰ اس قوم کو لے کر جو سپاہی نہ تھی۔ جس کے پاس سامان نہ تھا۔ اور جو مسلح نہ تھے۔ زندہ سلامت نکل گئے مگر فرعون تمام ساز و سامان سمیت غرق ہو گیا۔ آخر فلسفی کے پاس اس کا جواب کیا ہے قرآن کریم نے علم میں تمام اقسام کے دلائل و محرکات جمع کر دیئے ہیں مگر دوسری کتابوں میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ اور ان دلائل کو مکمل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے

انبیاء اور اولیاء

کو پیدا کیا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر حجت پوری کر دی جائے لئلا یکون حجۃ بعد الرسل۔ جو دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ وہ محسوسات اور مشہودات سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس مرئی دنیا کے علاوہ ایک غیر مرئی دنیا ہے۔ وہ بھی مذہب کی ضرورت اور

اسلام کی سچائی

پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فلا اقسم بما تبصرون۔ وما لا تبصرون۔ خبردار میں اسلام کی تعلیم کی سچائی میں پیش کرتا ہوں۔ ان چیزوں کو جو تم دیکھتے ہو۔ اور ان چیزوں کو جو تمہارے حواس سے بالا ہیں مذہب انسان کو ایمان بالغیب کے لئے تیار کرتا ہے اور اصلاح اخلاق اور روحانی ترقی کے لئے اس کی اشد ضرورت ہے کیونکہ

حقیقی پاکیزگی

بغیر عالم الغیب۔ مقتدر اور قدوس خدا پر ایمان لانے کے پیدا نہیں ہو سکتی۔

یہاں تک تقریر کرنے پر وقت ختم ہو گیا۔ اس لئے تقریر بند کرنی پڑی۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے خطبۂ صدارت

کے متعلق

معزز اخبارات کی آراء

(۱) معزز معاصر روزانہ انقلاب یکم جنوری کے پرچہ میں خطبہ صدارت درج کرتے ہوئے لکھتا ہے "چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کے صدر کی حیثیت سے جو خطبہ پڑھا۔ اس میں سیاسیات ہند اور سیاسیات اسلامی کے تمام مسائل پر نہایت سلاست سادگی۔ اور سنجیدگی سے اظہار خیالات فرمایا"

(۲) معزز معاصر الامان دہلی ۳۰ دسمبر لکھتا ہے

"جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی تجاویز اور اس کے خطبۂ صدارت کا تعلق ہے۔ اس میں پوری پوری مسلمانان ہند کی ترجمانی کی گئی ہے۔ اور اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ بروقت مسلمانان ہند کی صحیح ترجمانی کرنے میں یہ اجلاس گزشتہ جلسوں سے زیادہ کامیاب رہا۔ وزیر اعظم کے اس تاریخی اعلان پر جو اس نے ۲ دسمبر کو گول میز کانفرنس میں پیش کیا تھا مایوسی کا اظہار و افسوس کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا۔ کہ جب تک وہ مسلمانوں کے فلاں فلاں مطالبات نہ منظور کریں۔ اس وقت تک مسلمان محض اس اعلان سے ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ایک اہم تجویز آل انڈیا مسلم کانفرنس اور آل انڈیا مسلم لیگ کو متحد کرنے کے لئے منظور کی گئی جس پر مسلمانوں کی سیاسی موت و حیات کا دارومدار ہے۔ اسی طرح بعض اور مفید ضروری تجاویز منظور ہوئیں۔ اسی طرح خطبۂ صدارت میں جس دلیری و بیباکی کے ساتھ حکومت کے رویہ کی مذمت اور حقوق مسلمین کی وکالت کا حق ادا کیا گیا ہے۔ وہ بھی اس اجلاس کی ایک تاریخی خصوصیت ہے۔"

(۳) معزز معاصر الخلیل دہلی اپنے یکم جنوری کے پرچہ میں رقمطراز ہے:

"چودھری ظفر اللہ خان نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں جو خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔ وہ اپنی نوعیت و سودمندی کے اعتبار سے وقت کا ایک اہم خطبہ ہے۔ اور اس میں مسلم جذبات کی صحیح صحیح ترجمانی کی گئی ہے ہم چودھری صاحب کے ممنون ہیں۔ کہ آپ نے مسلم جذبات کی سچی وکالت کی۔ اور حکومت اور دنیا کو ایک دفعہ اور متنبہ کر دیا ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کے حقیقی مطالبات منظور نہ کئے گئے۔ اور انتخاب جداگانہ کے قیام میں پنجاب و بنگال میں مسلم اکثریت کے تحفظ، سندھ کی علیحدگی اور سرحد کو حقیقی اصلاحات کے عطا کرنے کی طرف مستعدانہ قدم نہ اٹھایا گیا۔ تو یہاں کوئی آئین کامیاب نہ ہو گا۔ اور مسلمان ہرگز مطمئن نہ ہوں گے مسلم حقوق کی وکالت کا جو طریقہ آپ نے اختیار کیا۔ وہ بہت صحیح اور بہت درست تھا۔ تمام خطبہ آپ کی فاضلانہ اور دلیرانہ ترجمانی سے لبریز

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں

جناب چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کا خطبہ صدارت

(گذشتہ سے آگے)

مالیات وفاق

اس مسئلے سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ فیڈرل ایگزیکٹو مالیات کے بارے میں فیڈرل لیجسلیچر کے سامنے کہاں تک جوابدہ ہوگی مالیات وفاق کے متعلق بھی ایک زبردست دقت رونما ہوتی ہے اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو جملہ اجزائے وفاق میں جس اصول کا یکساں طور پر اطلاق ہونا چاہئیے وہ بالکل صاف اور عیاں ہے مگر اس اصول کے اطلاق میں پھر نئی نئی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ اصولاً وفاق کے تمام اجزائے ترکیبی کو وفاقی محاصل میں یکساں حصہ لینا چاہئیے۔ (یہاں محاصل سے میرا مطلب وہ محاصل ہیں جن کی ضرورت ہمیں وفاقی اور سلطانی صیغوں کے نظم ونسق کے لئے پیش آئیگی) خواہ وہ بالواسطہ ضرائب یعنی ٹیکسوں کے ذریعہ جمع ہوں یا بلاواسطہ ضرائب کی بدولت مگر ریاستہائے ہند نے اس بارے میں جو تجاویز پیش کی ہیں وہ اس منصفانہ اصول کے منافی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمیں اس اصول کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہئیے اس لئے کہ یہ نہایت درجہ ناانصافی ہوگی کہ ہم کسی ایسے اصول پر کاربند ہوں جس کے اطلاق سے وفاق کے کچھ اجزا کو بمقابلہ دوسرے اجزا کے اپنی جائز حد سے بڑھ کر ضرورت سے زیادہ مالی بوجھ اٹھانا پڑے۔

ایک دوسرا معاملہ جس کی طرف یہاں مختصراً اشارہ کر دینا چاہئیے برطانوی ہند کے اس قرض کی ذمہ واری کا مسئلہ ہے جسے گویا "قرضۂ قبل وفاق" کہنا چاہئیے۔ برطانوی ہندوستان میں سے وفاق کو ریلوں۔ ریگارلیوں ٹیلیفون اور سائینٹیفک آلات اور ساز وسامان کی شکل میں دولت کا ایک زبردست سرمایہ ملیگا۔ ظاہر ہے کہ دولت کے اس عظیم الشان ذخیرے کی قیمت کا اندازہ کرنے کے بعد قرض کی جس قدر زائد رقم ہوگی اس کی ادائیگی کا بار وفاق ہی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ اگر ہندوستان کا قرضۂ قبل وفاق اس سرمایہ کی قیمت سے زیادہ ہوا تو بقایا رقوم برطانوی ہند کے ذمہ ہونگی۔ برخلاف اس کے اگر اس سرمایہ کی قیمت قرضہ سے زیادہ ہوئی تو وفاق کا فرض ہوگا کہ وہ تمام قرضہ کی ذمہ واری کو اٹھانے کے علاوہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے برطانوی ہند کو اس سرمایہ کی زائد رقم کا معاوضہ مل جائے۔ اب تک ریاستوں نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ اس مسئلے کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔

بہرحال اگر یہ ثابت ہوا کہ برطانوی ہندوستان کو قرضۂ قبل وفاق کا ایک حصہ ادا کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ اس قرض پر جتنا سود پڑے گا اس کی ادائیگی صرف برطانوی ہند کے محاصل ہی سے عمل میں آئے گی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ پورے قرض کے چکانے کا بھی کوئی نہ کوئی انتظام کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں جب تک مرکزی صیغہ ہائے حکومت کی تقسیم موجود ہے ان کے نظم ونسق کے مصارف بھی برطانوی ہند ہی کو برداشت کرنے پڑیں گے۔ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا تھا ہماری کوشش یہ ہونی چاہئیے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ان صیغوں کو ختم کر کے صوبجات کے ذمہ کر دیا جائے۔ البتہ جن صیغوں کا صوبوں کو تفویض کرنا ممکن نہ ہو ان کو وفاقی قرار دیا جائے۔ جب قرضۂ قبل وفاق ادا ہو جائے اور مرکزی صیغہ ہائے حکومت کو کالعدم قرار دینے کی نوبت آجائے تو برطانوی علاقوں کے لئے جداگانہ محاصل اور ان پر جداگانہ ضرائب کی ضرورت ختم ہو جائیگی۔

حق رائے دہندگی

حق رائے دہندگی کے متعلق یہ طے پایا ہے۔ کہ اس بارے میں ہمارا نصب العین یہ ہونا چاہئیے کہ تمام بالغوں کو حق رائے دہندگی حاصل ہو لیکن ظاہر ہے کہ اس نصب العین کو صرف بتدریج پورا کیا جا سکتا ہے۔ حق رائے دہندگی بالغاں کا فوری نفاذ نہ صرف ناممکن العمل ہے بلکہ بعض مندوبین کی رائے میں ایسا کرنا مناسب بھی نہیں۔ بہرحال مندوبین کی ایک قلیل تعداد یہ چاہتی تھی کہ اس اصول پر فوراً عملدرآمد شروع ہو جائے البتہ اس تجویز کی کسی نے تائید نہیں کی کہ جب تک رائے دہندگی بالغان کے اصول پر کلیتہً عملدرآمد شروع نہ ہو جائے درمیانی وقفہ میں کچھ ایسی اہلیتوں کا انتظام کر دیا جائے جن کی بدولت رائے دہندگی کے رجسٹروں پر عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہو سکے اس لئے کہ اگر عام اہلیتوں کا خیال کیا گیا تو ان کی تعداد نسبتاً کم ہوگی۔ اس امر پر ہر شخص متفق تھا کہ حق رائے دہندگی میں فوری اضافہ کے لئے کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور کرنی چاہئیے اور اگر ممکن ہو سکے تو رائے دہندگی کے لئے جن اہلیتوں کی ضرورت ہے ان کو کچھ اس طرح متعین کیا جائے کہ رائے دہندگی کے رجسٹروں میں تمام قوموں کا تناسب باعتبار آبادی حتی الوسع یکساں ہو۔

ملازمت ہائے ہند

ایسی ملازمتوں کے بارے میں جن کا تعلق تمام ہندوستان سے ہے یہ طے پایا تھا کہ انڈین سول سروس اور انڈین پولیس سروس کے علاوہ تمام ملازمتیں صوبوں کے ذمے کر دی جائیں لیکن مالی اعتبار سے ملک کے موجودہ حالات اس امر کے متقضی ہیں کہ اس فیصلے پر نظر ثانی کی جائے۔ سلامت روی کا تقاضا یہ ہے کہ ابھی صرف ان ملازمتوں کو جن کے عمال بالعموم صوبجاتی محکموں میں کام کرتے ہیں صوبوں کے ذمے رکھا جائے۔ غالباً ابھی کچھ مدت تک تمام صوبوں کو اس امر کی ضرورت ہوگی کہ وہ اپنی حکومت کے مختلف شعبوں میں یورپین افسروں کو ملازم رکھیں اس صورت میں ہر صوبے کو یہ چاہئیے کہ اپنی ضروریات کے متعلق اس قسم کے افسروں کی خدمات کو وزیر ہند کی معرفت حاصل کرے خواہ مستقلاً یا عارضی طور پر جس طرح بھی مناسب ہو۔ اگر ضرورت پیش آئے تو وفاقی حکومت سے ایسے افسروں کی خدمات کو بھی حاصل کیا جا سکتا ہے جو صنعتی یا سائینٹیفک یا کسی اور ماہرانہ قابلیت کے مالک ہوں اس وقت اس امر کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہے کہ اگر صوبجاتی حکومتوں کو دیوالیہ بنانا مقصود نہیں ہے تو ان کے مصارف میں بہت کافی تخفیف کی ضرورت ہوگی لہذا جب تک تمام ملازمتوں کو یکسر صوبوں کی طرف منتقل کر دینے کے ساتھ ساتھ ان ذرائع کا خیال نہیں کر لیا جائے گا۔ جو اس امر کے لئے ضروری ہیں اس بات کی توقع رکھنا بے سود ہے کہ ان کے اخراجات میں کوئی معتدبہ تخفیف ممکن ہو گی۔

عدالت وفاق

دستور وفاق کی تعبیر وتشریح کے علاوہ ان تنازعات کے تصفیہ کیلئے جو وفاق کے اجزائے ترکیبی یا وفاق اور اس کے کسی ترکیبی عنصر کے درمیان پیدا ہوں ایک وفاقی عدالت کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ اس عدالت کے اختیارات اور وظائف کے متعلق جو نئے دستور کے ماتحت قائم ہوگی ہر شخص متفق تھا۔ برطانوی ہند کے لئے ایک عدالت عالیہ (سپریم کورٹ) کے مسئلے پر بھی غور کیا گیا تھا اور اس میں بھی ایک حد تک تمام اراکین کانفرنس متفق الرائے تھے ہندوستان کے ہائی کورٹوں کی نسبت بھی دو ایک باتیں زیر بحث آئیں جن سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ یہاں ان کا تذکرہ بے سود ہے۔ البتہ اس تجویز کی کہ ہندوستان کے تمام ہائی کورٹ یا وہ عدالتیں جو مرافعہ کے لئے آخری جگہ ہیں ہائی کورٹ کلکتہ کی حیثیت حاصل کر لیں کسی نے بھی حمایت نہیں کی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تجویز نامناسب بھی ہے اور ناقابل عمل بھی۔

مسئلۂ دفاع

اس موقعہ پر اگر چند ایسی باتوں کا اظہار کر دیا جائے جن کا تعلق مسئلۂ دفاع سے ہے تو نامناسب نہ ہوگا۔ جب تک ہندوستان کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنے دفاع کے لئے انگلستان کی بری بحری اور فضائی عساکر کا محتاج رہے اس میں کسی حقیقی یا ذمہ دار حکومت کا قیام ممکن نہیں لہذا تمام افواج ہند کا مکمل طور پر تیزی کے ساتھ ہندوستانی بن جانا ضروری بھی ہے اور ناگزیر بھی۔ اس سلسلے میں اگرچہ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ ہندوستانیوں کو باضابطہ طور پر افواج کا افسر بنا دیا جائے لیکن ابھی اس مسئلے پر کوئی توجہ نہیں کی گئی کہ جن عہدوں پر ہندوستانیوں کا تقرر اب تک ممنوع رہا ہے مثلاً توپ خانے کے بعض شعبے وہ دستے جو ٹینکوں پر متعین ہیں۔ مسلح موٹر کاروں کی کمپنیاں وغیرہ وغیرہ ان کے متعلق کیا کارروائی کی جائے گی ہمیں چاہیئے کہ قابل اور موزوں نوجوانوں کی ایک کافی تعداد کو فوج کے ہر شعبے میں بھرتی کے لئے تیار رکھیں اور حکومت پر زور دیں کہ ان کی تربیت کے لئے مناسب انتظامات کرے۔ ابھی تک اسی مسئلے پر بھی غور نہیں کیا گیا کہ ہندوستان میں اسلحہ مشین گنوں توپوں۔ ٹینکوں مسلح کاروں اور گولی بارود کی تیاری کی کیا صورت ہوگی۔ حالانکہ اس مسئلے کا کسی نہ کسی طرح حل ہو جانا ضروری ہے۔ ہندوستان کے بحری تحفظ کے لئے صرف یہ کافی نہ ہوگا کہ تھوڑے سے نوجوانوں کو چند بحری عہدوں پر مقرر کر دیا جائے۔ اس امر کا پورا پورا انتظام کرنا چاہیئے کہ نوجوانوں کی ایک کافی تعداد کو بحری فوج کے تمام شعبوں کے لئے تیار کیا جائے۔ بالخصوص بحری انجنیرنگ کے لئے۔ فضائی تحفظ کے لئے ضروری ہوگا کہ ہندوستانی نوجوان کثرت کے ساتھ پائلٹ اور مکینک بنیں۔ اور گراؤنڈ انجنیرنگ کا کام سیکھیں اگر ملکی یا بلادی (سول) پرواز کا انتظام اعلیٰ پیمانے پر کر دیا جائے تو اس سے لوگوں کے اندر نہ صرف فضائی افواج میں داخل ہونے کا شوق پیدا ہوگا۔ بلکہ ہمارے پاس افسروں۔ طیارچیوں۔ مستریوں۔ اور گراؤنڈ انجنیروں وغیرہ کی بھی ایک فاضل تعداد موجود رہے گی جن کی خدمات سے بوقت ضرورت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ حضرات یہ بڑے بڑے مسائل ہیں جو آپ کے غور و فکر کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا وہ آزادی جس کا قیام کسی دوسری قوم کی امداد پر مبنی ہو آزادی کہلانے کی مستحق نہیں۔ اگر آپ کے دل میں واقعی سچی اور حقیقی آزادی کی نعمتوں سے مستفیض ہونے کا شوق ہے۔ تو آپ کو ان تمام قربانیوں کے لئے تیار رہنا چاہیئے جو اس نصب العین کے حصول کے لئے لابدی اور ضروری ہیں۔

صوبجاتی خود مختاری

بالعموم اس بات پر ہر شخص متفق ہے کہ نئے دستور کے ماتحت صوبوں کو پوری پوری آزادی اور ذمہ واری حاصل ہونی چاہیئے۔ گویا جہاں تک خالصتاً صوبوں کے اندرونی نظم و نسق کا تعلق ہے وہ مرکزی (آگے چل کر وفاقی) حکومت کے زیر اقتدار نہیں ہوں گے مزید براں صوبجاتی صیغوں کے باب میں ہر صوبے کی ایگزیکٹو بحالت عمومی اپنی لیجسلیچرز کے سامنے جوابدہ ہوگی۔ یہ معاملہ نسبتاً زیادہ سہل اور آسان ہے اور فرقہ وارانہ حقوق و مطالبات کا لحاظ رکھتے ہوئے جن کے متعلق مجھے آگے چل کر اظہار رائے کرنا ہے یہ ممکن تھا کہ اس پر فوراً عمل درآمد شروع ہو جائے۔ مگر برطانوی ہندوستان کے کثیر التعداد ہندو بین وزیر اعظم سے برابر یہ تقاضا کرتے رہے کہ جب تک مرکز میں ذمہ داری کے اصول پر عمل درآمد ہونا شروع نہ ہو جائے صوبوں کو مزید اختیارات دینے کا معاملہ ملتوی کر دیا جائے۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ اگر اسی وقت صوبوں میں خود اختیاری کے اصول پر عمل کیا گیا تو اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو جائے گی کہ شاید ابھی مرکزی مسائل کا تصفیہ منظور نہیں اور ممکن ہے کہ بحالت موجودہ اس غلط فہمی کو تقویت ہو لیکن مجھے اس رائے سے اتفاق نہیں اور میں نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ اگر صوبجاتی خود مختاری کے اصول کا اسی وقت نفاذ ہو جاتا تو اس سے ایک ذمہ وارانہ وفاقی حکومت کا دستور بآسانی مرتب ہو سکتا اور اس میں زیادہ دیر بھی نہیں لگتی۔ علاوہ ازیں یہ امر دانائی سے بعید ہے کہ جب تک ان مسائل کا جو مرکز سے متعلق ہیں کوئی اطمینان بخش تصفیہ نہ ہونے پائے صوبوں کی رفتار ترقی کو یک قلم روک دیا جائے۔ آپ نے گذشتہ صفحات سے ان مشکلات کا بخوبی اندازہ کر لیا ہوگا جو ایک آل انڈیا فیڈریشن کی راہ میں حائل ہیں۔ گویا دستور وفاق کی ترتیب اور اس کے نفاذ کو ابھی ایک مدت چاہیئے۔ اس دوران میں یہ توقع رکھنا کہ موجودہ نظام دو عملی کے ماتحت صوبے جن مشکلات میں گرفتار ہیں برابر ان میں الجھے رہیں سب کار عبث بات ہے۔ لہذا ہمیں برطانوی حکومت سے اصرار کرنا چاہیئے کہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء کو وزیر اعظم برطانیہ نے "گول میز کانفرنس" میں جو بیان دیا ہے یعنی یہ کہ جب تک تمام ہندوستان کا دستور مرتب نہ ہو جائے صوبوں کو مزید اختیارات یا خود مختاری کا حق حاصل نہ ہوگا اس پر کرر غور کیا جائے۔

مسلمانوں کی حیثیت

حضرات اب تک میں نے آپ کے سامنے صرف ان معاملات کا تذکرہ کیا ہے جن سے ہر شخص کو دلچسپی ہے اور جن سے ملک کا آئندہ دستور وابستہ ہے۔ غالباً آپ میری اس رائے کی تائید کریں گے کہ اس مختصر سے خطبے میں نہ میں اس قسم کے دوسرے مسائل کی طرف توجہ کر سکتا ہوں اور نہ میرے لئے یہ ممکن تھا کہ ان میں سے ہر مسئلے پر تفصیل کے ساتھ نظر ڈالوں۔ میں اب ان اہم مسائل سے بحث کروں گا جن کا تعلق خاص طور سے ملت اسلامیہ سے ہے۔ مسلمانوں کو اس ملک میں جو حیثیت حاصل ہے وہ اپنے طرز کی ایک ہی ہے کسی دوسرے ملک یا دوسری قوم کی گذشتہ تاریخ سے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ہماری تعداد بہت سی ایسی جماعتوں سے زیادہ ہے جن کو زمانہ ماضی میں کسی وقت یا اب ایک قوم کا درجہ اور حقوق حاصل ہیں۔ ہمارے مذہبی۔ تمدنی معاشرتی۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ لسانی اتحاد میں وہ تمام لوازم پائے جاتے ہیں جن کا وجود کسی قوم کے لئے ضروری ہے ہم اپنے مشترک تمدن۔ مشترک تاریخ اور مشترک روایات کی بدولت ایک دوسرے سے اور بھی قریب تر ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر کبھی ذات پات کے تعصب یا نسلی امتیازات قائم نہیں ہوئے۔ گویا ہم بجا طور پر یہ دعوٰی کر سکتے ہیں کہ ہمارا دینی رشتہ اتحاد نسلی اتحاد کے رشتہ سے کہیں زیادہ استوار اور گہرا ہے۔ ہماری گذشتہ مصائب اور موجودہ کمزوریاں بھی ہمارے اتحاد ہی کا موجب ہوتی ہیں۔ اور میں بلاخوف تردید یہ دعوٰی کر سکتا ہوں کہ ہم مسلمانوں کے سوا ہندوستان کے اندر کوئی دوسری قوم آباد نہیں جس کے افراد اسی قدر تعداد میں موجود ہوں۔ جتنی کہ ہماری ہے اور پھر باوجود اس کے ان میں اتحاد و یکرنگی کی وہی کیفیت پائی جائے جو ہم لوگوں میں نظر آتی ہے۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ ہماری ملت کے تمام عناصر قائم رہیں اور ہم اپنے گذشتہ تجربہ سے یہ سبق حاصل کر چکے ہیں کہ اس مقصد کے لئے بعض مخصوص قوانین اور تحفظات ناگزیر ہیں۔ بایں ہمہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان قوانین اور تحفظات کے ہوتے ہوئے بھی آئندہ دستور ہماری حفاظت کے لئے کچھ بہت زیادہ کافی نہ ہوگا۔ لیکن یہ ایک ایسی کمزوری ہے جس کا اثر تمام اقلیتوں پر یکساں پڑتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ محض آئینی تحفظات کی بدولت اس کا ازالہ ہو سکے۔ اسی لئے یہ ضروری ہے کہ آگے چل کر ہندوستان کے لئے جو دستور بھی مرتب ہو اس میں جہاں تک کہ کسی آئین کے ماتحت ممکن ہے ان باتوں کا ضرور لحاظ کر لیا جائے جن کے ذریعے ان امور کا تحفظ ہو سکے۔ ہم نے اس بارے میں جو تجاویز پیش کی ہیں ان میں اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا ہے کہ ہماری تجاویز سے دوسری جماعتوں کے حقوق پامال نہ ہوں۔

تحفظات مفاد اسلامی

حضرات! مفاد اسلامی کے لئے ہماری ملت کے رہنماؤں اور نمائندہ انجمنوں نے تحفظات کی جس اسکیم کو بار بار متفقہ طور پر پیش کیا ہے اس سے آپ بے خبر نہیں۔ ان میں بعض تحفظات ایسے ہیں جو ہر جماعت کے لئے مفید ہوں گے

بعض کا تعلق ان امور سے ہے ۔ جن کو محض فرقہ وارانہ کہنا مشکل ہے۔ البتہ ہمارے بقیہ تحفظات کی غرض و غایت صرف اس قدر ہے ۔ کہ وہ معاملات جو ہماری ملت کو خصوصیت کے ساتھ عزیز ہیں ۔ یا ایسے مفادات جن کا تعلق ہماری قوم کی موت و حیات اور آئندہ سود و بہبود سے ہے ۔ قائم و برقرار رہیں ۔

اساسی حقوق

ہمارا پہلا مطالبہ جس کا تعلق گویا تحفظات کی صنف اول سے ہے ۔ یہ ہے ۔ کہ آئندہ دستور میں ایک دفعہ ایسی بھی ہونی چاہیئے جو ہمارے اساسی حقوق مثلاً آزادی مذہب ۔ تبلیغ دین ، تعلیم و زبان اجرائے خوراک اور تہذیب و معاشرت کی آزادی کا اعلان کرے اور ان ذرائع کو متعین کرے ۔ جن سے فی الواقعہ ان امور کا تحفظ ہو سکتا ہے ۔ یہ ایک ایسی بات ہے ۔ کہ جس میں اختلاف کی مطلق گنجائش نہیں ۔ اور لہٰذا اس پر مزید غور و فکر کرنا بے سود ہے ۔

صوبہ سرحدی ، سندھ اور بلوچستان

ہمارا یہ مطالبہ کہ آئینی اعتبار سے صوبہ سرحدی کی وہی حیثیت ہونی چاہیئے ۔ جو اس وقت دوسرے صوبوں کی ہے ۔ ثانیاً یہ کہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے ایک جداگانہ صوبہ بنا دیا جائے ۔ اور اس میں وہی دستور نافذ کیا جائے ۔ جس پر دوسرے صوبوں میں عملدرآمد شروع ہو گا ۔ تحفظات کی دوسری صنف سے متعلق ہے ۔ جہاں تک صوبہ سرحدی کا تعلق ہے ۔ وزیر اعظم نے یکم دسمبر کے بیان میں اس امر کا اعلان کر دیا ہے کہ نئے دستور کے ماتحت شمال مغربی سرحدی صوبہ اور تمام برطانوی صوبجات کو آئینی اعتبار سے ایک ہی درجہ حاصل ہو گا ۔ سوائے اس کے کہ صوبہ سرحدی کے بارے میں ان ضروریات کا لحاظ رکھا جائیگا ۔ جو سرحد سے متعلق ہیں " ۔ ہمیں امید رکھنی چاہیئے ۔ کہ اس آخری شرط کا دائرہ حتی الوسع نہایت محدود ہو گا ۔ وزیر اعظم نے یہ بھی کہا ہے ۔ کہ ہمارے اس عارضی فیصلہ کا اطلاق صوبہ سرحدی پر نہیں ہو گا ۔ کہ جب تک ہندوستان کا دستور تیار نہ ہو جائے ۔ صوبوں کو مزید اختیارات نہ ملیں ۔ صوبہ سرحد کو فی الفور اس درجہ پر لایا جائیگا جو موجودہ آئین کی رو سے دوسرے صوبوں کو حاصل ہے ۔ ہم سن رہے ہیں ۔ کہ اس کوشش کی طرف عملی اقدام بھی شروع ہو گیا ہے ۔ لیکن ہمیں اصرار کرنا چاہیئے ۔ کہ حکومت اس بارے میں حتی الامکان عجلت سے کام لے تاکہ اس بدقسمت سرزمین میں جو گذشتہ دو تین سالوں سے فتنہ و فساد کی آماجگاہ رہی ہے ۔ امن و سکون قائم ہو ۔ امید ہے ۔ کہ اس مقصد کی تکمیل کو جس کے ہم سب دل سے آرزومند ہیں محض اس عذر کی بنا پر ٹال نہیں دیا جائیگا ۔ کہ رائے دہندگی کی اہلیتوں یا اس قسم کے دوسرے معاملات کی تحقیق کے لئے طویل مدت کی ضرورت ہے ۔ اس صوبے کی قانون ساز مجلس کے لئے بھی اس وقت رائے دہندگی کی وہی اہلیتیں اختیار کر لینی چاہیئے جن پر بلدیات یا ڈسٹرکٹ بورڈ کے انتخاب کنندوں کے لئے عمل ہوتا ہے یا انتخا

پنجاب کے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اہلیتیں مقابلۃً بلند ہیں ۔ اور کوئی وجہ نہیں ۔ کہ اس مختصر سے درمیانی وقفہ میں جس کا تمام صوبوں میں جدید دستور کے نفاذ تک گذرنا ضروری ہے ۔ یہ اہلیتیں کام نہ دیں ۔ البتہ جہاں تک صوبہ بمبئی سے سندھ کی علیحدگی کا تعلق ہے بدقسمتی سے وزیر اعظم نے یکم دسمبر ۱۹۳۱ء کے بیان میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ۔ گویا یہ معاملہ ابھی تک وہیں ہے ۔ جہاں " گول میز " کانفرنس کے پہلے اجلاس کے خاتمے پر تھا ۔ بہر حال ہمیں اصرار کرنا چاہیئے ۔ کہ اب اس معاملے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے ۔ اور جدید دستور کے آغاز پر سندھ میں بھی باعتبار ایک جداگانہ صوبے کے وہی آئین رائج ہو جائے ۔ جو دوسرے صوبوں میں نافذ ہو ۔ یہاں یہ عرض کر دینا بے محل نہ ہو گا ۔ کہ حکومت بمبئی کی یہ خواہش کہ سندھ کا تعلق اس سے برابر قائم رہے ۔ اس امر کا بین ثبوت ہے ۔ کہ سندھ میں اپنے مصارف کو خود برداشت کرنے کی صلاحیت موجود ہے یہ الگ بات ہے ۔ کہ شروع میں اس کو مرکز سے امداد کی ضرورت ہو ۔ ظاہر ہے ۔ کہ اس صورت میں پہلے ہی سے اس کی گنجائش رکھ لینی چاہیئے ۔

تحفظات کی اس صنف کے ماتحت ہم نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا ۔ کہ بلوچستان کے متعلق بھی کوئی ایسی مناسب اسکیم طیار کر لینی چاہیئے جس کی بدولت وہاں ذمہ دار اور نیابتی حکومت قائم ہو سکے ۔

ملازمتیں

یہ امر بھی طے ہو چکا ہے ۔ کہ مسلمان اور دوسری اقلیتوں کو ملازمتہائے عامہ (پبلک) میں مناسب حصہ دیا جائیگا ۔ اگرچہ ہمارا خیال ہے ۔ کہ شاید اس قسم کا ایک عام اعلان کوئی مناسب تحفظ ثابت نہ ہو ۔ بہر حال اس کے یہ معنی ہیں ۔ کہ اقلیتوں کے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا گیا ہے ہمیں توقع رکھنی چاہیئے ۔ کہ آگے چل کر جن لوگوں کے ہاتھ میں اس امر کا اہتمام ہو گا ۔ وہ اسباب کا خیال رکھیں گے ۔ علاوہ ازیں اس سے مرکز اور صوبوں دونوں جگہ میں ایک خاص معیار قائم ہو جاتا ہے جس کا لحاظ رکھنا پڑے گا ۔ اور جس پر اقلیتیں بجا طور سے اصرار کر سکتی ہیں تمام محکموں میں صحیح تناسب کا مسئلہ بھی اسی اصول کے ماتحت طے ہو گا ۔ یہ الگ بات ہے ۔ کہ اس بارے میں ان تمام باتوں کا خیال کر لیا جائیگا ۔ جو اس ضمن میں پیدا ہوں گی ؛

مسئلہ نیابت

اس مسئلے کے متعلق کہ صوبجاتی اور وفاقی قانون ساز مجالس میں مسلمانوں کا حصہ نیابت کیا ہو ۔ ہمارا رویہ کسی تشریح کا محتاج نہیں ۔ ہم نے یہ مطالبہ کیا تھا ۔ کہ وفاقی مجلس قانون ساز کے دو ایوانات میں مسلمانوں کو کل نشستوں کا ⅓ حصہ ملے ۔ رہے وہ صوبے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ۔ مثلاً صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ ، احاطہ بمبئی احاطہ مدراس ، صوبجات متوسط ، آسام ، بہار اور اڑیسہ وہاں نشستوں کے تعین میں اسی اصول کی پابندی کی جائے جس پر اس وقت عمل ہو رہا ہے یعنی یہ کہ ان صوبوں میں جو قومیں آباد ہیں ۔ اگر کسی وجہ سے انکی

تعداد میں کوئی خاص فرق پیدا ہو جائے تب بھی اسی اصول پر عمل ہوتا ہے ۔ البتہ بنگال اور پنجاب کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے ۔ کہ ان صوبوں میں ہماری نیابت بلحاظ آبادی ہونی چاہیئے ۔ البتہ سندھ اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں مسلمان دوسری اقلیتوں کو اسی قدر " پاسنگ " (ویٹیج) دینے کے لئے تیار ہیں ۔ جو اس وقت مسلمانان کو دوسرے صوبہ ہائے اقلیت (یعنی جہاں ان کی تعداد کم ہے) میں حاصل ہے ؛

وفاقی قانون ساز مجلس

فیڈرل لیجسلیچر میں مسلمانوں کی نمائندگی کے متعلق جو مشکل پیش آ رہی ہے ۔ وہ دراصل اس مسئلے کا ایک جز ہے ۔ کہ فیڈرل لیجسلیچر میں اراکین کے طریق انتخاب یا نامزدگی کی شکل کیا ہونی چاہیئے ۔ گویا سوال یہ ہے ۔ کہ ایوانات وفاق میں مسلمانوں کی نیابت کا تناسب کیا ہو جس تجویز کی بالعموم ہر شخص نے تائید کی ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ ہر وفاقی ایوان کی مجموعی تعداد کا چھبیسواں حصہ برطانوی ہندوستان کے مسلمانوں سے منتخب کیا جائے ۔ اور ان کا ساتواں حصہ ان مسلمان اراکین پر مشتمل ہو جن کو ہندی ریاستیں نامزد کریں ۔ اور اس کے لئے کوئی ایسی مفاہمت کر لی جائے جس پر تمام جماعتوں کو اتفاق ہو ۔

صوبہ ہائے اقلیت

اس مسئلے میں کسی شخص کو اختلاف نہیں تھا ۔ کہ ایسے صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ۔ ان کو اس وقت جس قدر نیابت حاصل ہے آئندہ بھی قائم رہے ۔ میں عنقریب اس مسئلے کی طرف بھی اشارہ کروں گا کہ پاسنگ کیا ہے ۔ اور اس کا دار و مدار کس اصول پر ہے ۔ اس کے علاوہ مجھے اس ضمن میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ؛

پنجاب اور بنگال

اصل میں سارا جھگڑا اسباب کا ہے ۔ کہ پنجاب اور بنگال کی قانون ساز مجالس میں مسلمانوں کا حصہ نیابت کس قدر ہو ۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں قانون ساز مجالس میں مسلمانوں کی نمائندگی کے مسئلے پر بحث کروں مجھے یہ عرض کر دینا چاہیئے ۔ کہ مسلمان نمائندوں کے طریق انتخاب کا مسئلہ بھی اس سے کچھ کم اہم نہیں ۔ اس بارے میں باوجود ایک آدھ صدائے اختلاف کے تقریباً ہر مسلمان کی رائے یہ ہے ۔ کہ جداگانہ انتخابات کا موجودہ طریقہ قائم رہے ۔ سہولت بیان کی غرض سے ہم ان دونوں مسئلوں پر الگ الگ بحث کریں گے ؛

اس امر کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے ۔ کہ مسئلہ نیابت کا تعلق دراصل تحفظات کی اس اسکیم سے ہے ۔ جس کو ایک مخصوص ملت کے مفاد کے لئے وضع کیا گیا ہے ۔ یہ ملت جیسا کہ میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا ۔ ایک خاص اور یکتا حیثیت کی مالک ہے ۔ یہاں ان تمام وجوہ کا ذکر کرنا بے محل ہو گا ۔ جن کی بنا پر اس اسکیم کے مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی ۔ اس لئے کہ ہم میں سے ہر شخص کو ان کا علم ہے اور ان کا حق بجانب ہونا عام طور پر مسلم ہے ۔ چنانچہ اس بارے میں جو گفتگو بہت سا اختلاف ہے ۔ اس کی نوعیت بھی صرف اس قدر ہے ۔ کہ جو تحفظات

تجویز کئے جارہے ہیں کیا ہوں اور ان کے پورا کرنے کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے جائیں۔ اس تمام اسکیم کی بنا صرف اس بات پر ہے کہ مجوزہ دستور میں اس ملک کی حکومت کی ذمہ داری ان (وفاقی اور صوبجاتی) قانون ساز مجالس کو تفویض کر دی جائیگی جو یہاں قائم ہوں گی۔ لہذا یہ دیکھتے ہوئے کہ ہندوستان کی مختلف جماعتوں کا مفاد اور ان کی تہذیب و معاشرت باہم کس درجہ مختلف ہے اقلیتوں کو بجا طور پر یہ خدشہ ہے کہ اگر ان کے مفاد کو برقرار رکھنے کے لئے مناسب تحفظات کا انتظام نہیں کر دیا گیا تو مستقبل میں ان کا سود و بہبود بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ان کی ہستی بھی معرض خطر میں آجائیگی۔ ہندوستان کے لئے جو دستور بھی مرتب ہوگا اس پر بغیر کسی دقت اور سہولت کے ساتھ اسی وقت عمل ہو سکتا ہے جب اقلیتوں کو اس امر کا اطمینان ہو کہ اس کے ماتحت ان کو اپنے نشوونما کا پورا پورا موقع ملے گا اور ان کے وہ مصالح جن سے ان کی موت و حیات وابستہ ہے محفوظ و مصئون رہیں گے۔ جب تک اس ملک کی تمام جماعتوں کو اس بات کا یقین نہیں ہو جائے گا یہ توقع رکھنا کہ کسی دستور کا خواہ نظری اعتبار سے وہ کیسا ہی مکمل کیوں نہ ہو کامیاب ہونا دشوار ہے۔ لہذا تحفظات کی کسی ایسی اسکیم کا جو کسی جماعت کی طرف سے پیش کی جائے سب سے بڑا معیار صرف یہ ہو سکتا ہے کہ اگر اس اسکیم کو دستور میں شامل کر لیا گیا تو کیا اس سے جماعت کے اندر اطمینان و تیقن کے جذبات پیدا ہو سکیں گے اور ایسا تو نہیں ہوگا کہ وہ دستور کی راہ میں حائل ہو یا دوسری جماعتیں یہ محسوس کریں کہ اس سے ان کے مفاد و مصالح پر زد پڑتی ہے۔ اسی اصول کے سامنے باقی تمام قوانین و نظریات کو ترک کر دینا چاہیئے۔

مسلمانوں نے گذشتہ تجربہ سے یہ سبق سیکھا ہے کہ اپنے حقوق و مصالح کے تحفظ کے لئے ان کا قانونی اور آئینی ضمانتوں پر اصرار کرنا ضروری ہے اور محض یہ خیال کہ دوسری قوموں کا سلوک انصاف اور خیر خواہی پر مبنی ہوگا کافی نہیں۔ یہ حالات بے حد افسوسناک ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم میں سے ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ ہندوستان کی تمام جماعتیں ایک دوسرے کو اعتماد کی نظر سے دیکھیں اور ان کے جائز حقوق اور مصالح و مقاصد کا احترام کریں لیکن ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ واقعات سے تجاہل برتیں جب تک اس ملک کی گذشتہ کے رویے میں کوئی ایسا زبردست تغیر پیدا نہ ہو جائے جس سے اقلیتیں فی الواقعہ مطمئن ہو سکیں ان کو بجا طور پر اس بات کا حق ہے کہ جہاں تک مناسب سمجھیں اپنے حقوق و مصالح کے تحفظ کا مطالبہ کریں۔

مسلمانوں کے اس مطالبہ کے خلاف کہ پنجاب و بنگال میں ان کا حصہ نیابت آبادی کی تناسب پر مبنی ہو دو اعتراض کئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ کسی صوبے کی قانون ساز مجلس میں کسی جماعت کے لئے آئینی اکثریت کا مطالبہ کرنا بیجا ہے۔ ثانیاً یہ کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے وہاں ان کو بہ لحاظ تناسب پہلے ہی زیادہ نشستیں حاصل ہیں لہذا ان کا یہ مطالبہ کہ پنجاب و بنگال میں ان کی نشستوں کا تناسب آبادی کے تناسب پر مبنی ہونا واجب ہے۔ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس امر کو ہمیشہ فراموش کر دیا جاتا ہے کہ مرکز اور صوبہ ہائے اقلیت میں ایسی جماعتوں کے لئے جن کی تعداد کم ہے نشستوں کی ایک مقررہ تعداد کو متعین کر دینے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ جہاں تک کثرت کا تعلق ہے ہم وہاں اس کی آئینی اکثریت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اب یہ آئینی اکثریتیں جو کثرت کو حاصل ہیں پنجاب و بنگال کی آئینی اکثریتوں کے مقابلے میں جن کا مطالبہ مسلمانوں نے کیا ہے بہت زیادہ ہیں۔ اس کے متعلق بعض موقعوں پر اکثریت کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ خود اقلیتوں ہی کی اس خواہش کا نتیجہ ہے جو انہوں نے نشستوں کے تحفظ کیلئے کی تھی۔ یہ صحیح ہے لیکن کیا کبھی اکثریت نے بھی اس امر کا اعتراف کیا کہ یہ سب کچھ اسی ترتیب کا نتیجہ ہے جس کی بدولت اسے مرکز اور صوبجاتی قانون ساز مجالس میں استبداد و تغلب کا موقعہ ملا۔ گذشتہ دس برس سے مرکز اور ان تمام صوبوں میں کثرت کو آئینی اکثریت حاصل رہی لیکن باوجود اس کے اس جماعت کا دعویٰ یہ رہا ہے کہ ان تمام صوبوں میں اقلیتوں کے ساتھ ہمیشہ عدل و انصاف کا سلوک کیا گیا۔ اگر باوجود اس کے کہ متعدد قانون ساز مجالس میں ایک خاص جماعت کو آئینی اکثریت حاصل تھی یہ نتیجہ مترتب ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بعض صوبوں میں جہاں اقلیتیں بمقابلہ ان اقلیتوں کے جو دوسرے صوبوں میں موجود ہیں زیادہ منظم اور قوی حیثیت رکھتی ہوں کسی دوسری جماعت کی آئینی اکثریت سے ناخوشگوار نتائج پیدا ہوں۔ دراصل یہ اعتراض محض خیالی ہے اور اس کا ان حالات سے کوئی تعلق نہیں جو اس وقت ہندوستان کے مختلف صوبوں میں پائے جاتے ہیں جو لوگ مسلمانوں کے اس مطالبے کی مخالفت کرتے ہیں ان کا مقصود یہ نہیں کہ جدید دستور کی تمام دفعات اصولاً کامل و مکمل ہوں۔ بدقسمتی سے ان حضرات کی اصل غرض یہ ہے کہ مسلمان اکثریت کے زیر اقتدار رہیں۔ اسی لئے مسلمانوں کا یہ اندیشہ اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ جب تک تحفظات کی اس اسکیم کو جو انکی طرف سے پیش کی گئی ہے کامل طور پر منظور نہیں کر لیا جاتا انہیں مستقبل میں اس ملک کی دوسری قوموں کے اندر عزت و وقعت اور مساوات کا مرتبہ حاصل نہیں ہوگا

گول میز کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں یہ تجویز بھی پیش کی گئی تھی کہ پنجاب کی حدود میں کچھ اس طرح ترمیم کر دی جائے کہ مسلمانان پنجاب کو پورے صوبے کی آبادی اور رجسٹرڈ آراء میں اتنی اکثریت حاصل ہو جائے جس سے مخلوط انتخابات کے باوجود قانون ساز مجالس میں ان کی اکثریت رہے۔

یہ اسکیم اس اعتراض کا اطمینان بخش حل تھی کہ کسی جماعت کیلئے آئینی اکثریت کو تسلیم نہ کیا جائے باایں ہمہ تمام سکھ قوم نے من حیث الجماعت اور اکثر ہندو رہنماؤں نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ یہ صاف و صریح ثبوت ہے اس امر کا کہ معترضین کا اصلی مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان کسی طرح سے بھی پنجاب میں اکثریت حاصل نہ کر سکیں۔ گول میز کانفرنس کے پہلے اجلاس میں سکھ نمایندوں کی اس مخالفت سے کہ حق رائے دہندگی میں مطلق اضافہ نہ کیا جائے اس خیال کی مزید تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ پنجاب میں حق رائے دہندگی کی توسیع کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ رجسٹرڈ آراء میں مسلمانوں کی تعداد بڑھ جاتی۔ (باقی)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

رائٹر کے نمائندہ سے دوران ملاقات میں صدر اعظم برطانیہ نے ہندوستان کی موجودہ بدامنی کے خلاف رائے زنی کرتے ہوئے کہا۔ موجودہ بدامنی کے مقابلہ کے لئے حکومت ہند نے جو تجاویز اختیار کی ہیں۔ وہ حکومت برطانیہ کی حکمت عملی کے عین مطابق ہیں۔

۳۰ دسمبر کو یورپین ایسوسی ایشن کلکتہ کے سالانہ ڈنر کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے وائسرائے نے کہا۔ ہم ہندوستان میں نفاذ اصلاحات کے کام کو ممکن سرعت کے ساتھ جاری رکھیں گے۔ اور ساتھ ہی ملک میں قیام امن و نظام کے متعلق تمام ممکن تدابیر اختیار کی جائیں گی۔ اور ہر وہ جماعت جو موجودہ نظم و نسق کو متزلزل کرنے یا ملک میں بدامنی و شورش پھیلانے کی کوشش کرے گی۔ اس کی روک تھام کا پورا پورا انتظام کیا جائیگا۔ اور ایسے لوگوں کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے مرکزی حکومت مقامی حکومتوں کو ضروری اختیارات تفویض کرے گی۔

پشاور سے ۳۰ دسمبر کو چیف کمشنر صوبہ سرحد نے بذریعہ برقی پیغام اخبارات کو اطلاع دی ہے۔ کہ کل کیفیت مجموعی ضلع پشاور میں امن رہا۔ پولیس اور فوج مفسدین کو گرفتار کرنے میں مشغول ہے۔ جن میں زیادہ تر شہروں کے اوباش اور آوارہ مزاج شہدے شامل ہیں۔

سر سلطان احمد بیرسٹر یکم جنوری ۱۹۳۲ء سے پانچ سال کے لئے دوبارہ گورنمنٹ ایڈووکیٹ مقرر ہوئے ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو جنہیں یو۔پی آرڈی نینس کی خلاف ورزی کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ اس وقت نینی جیل میں ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ عنقریب آپ کے خلاف مقدمہ کی سماعت شروع ہو جائیگی۔

۳۰ دسمبر کو اکالی دل کا ایک جلسہ امرتسر میں اس سوال پر غور کرنے کیلئے منعقد ہوا۔ کہ اگر ملک میں ہندو مسلم فسادات ہوں۔ تو سکھوں کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔ اکثریت کی رائے تھی۔ کہ سکھوں کو غیر جانبدار رہنا چاہئے۔ لیکن فیصلہ آئندہ اجلاس پر ملتوی ہو گیا۔

۲۹ دسمبر کو بمبئی میں منعقدہ کانگرس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں طے ہوا تھا۔ کہ گاندھی جی وائسرائے سے بذریعہ تار ملاقات کی اجازت لیں۔ چنانچہ تار دیا گیا۔ جس کا وائسرائے نے جواب دیا ہے۔ کہ میں ملاقات کا موقع دے سکتا ہوں۔ بشرطیکہ اس میں آرڈی ننسوں کا ذکر نہ کیا جائے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ گاندھی جی نے وائسرائے کو اس فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے ایک اور تار دیا ہے۔

بنگال گورنمنٹ گزٹ میں بنگال آرڈی ننس میں ترمیم کا اعلان کیا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ مفروروں یا دہشت پسندوں کی نقل و حرکت کو روکنے کے لئے کرفیو آرڈر جاری کر سکتے ہیں۔

۳۱ دسمبر کو بعد دوپہر اسلامیہ ہائی سکول میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد مسٹر اے۔ ایچ زیدی مینجنگ گورنر ایسٹ اینڈ ویسٹ کارپوریشن لمیٹڈ سے ملاقات کرنے کے لئے جمع ہوئی۔ کارپوریشن مذکورہ کی سکیم اور پروگرام پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اور سب نے اس کا خیر مقدم کیا۔ حصص خریدنے کے لئے بہت سی درخواستیں پیش ہوئیں۔

ڈسکہ کو جانے والا ایک سوتین اکالیوں کا جتھا ۳۰ دسمبر کو پسرور کے قریب گرفتار کر لیا گیا۔

۳۱ دسمبر کو کلکتہ میں سنٹرل محمڈن ایسوسی ایشن نے وائسرائے ہند کو ایڈریس دیا جس کے جواب میں آپ نے کہا۔ ہمیں اس وقت پابند قانون شہریوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اور جو لوگ ہمیں امداد دیں گے۔ ان کی خدمات کو نظر انداز نہ کیا جائیگا۔

نئے آرڈی ننس کے رو سے چیف کمشنر صوبہ سرحد کو جو اختیارات دئے گئے ہیں۔ ان کے رو سے اس نے بہت سے اخبارات کا داخلہ صوبہ سرحد میں ممنوع قرار دیدیا ہے۔ دیہاتیوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پکٹنگ کرنے والوں کو پشاور کی طرف نہ آنے دیں۔ ورنہ ان سے تاوان وصول کیا جائیگا۔ پنجاب سے فوجیں سرحد کو بھیجی جا رہی ہیں

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ گاندھی جی کو ملاقات کے متعلق وائسرائے نے جو جواب دیا ہے۔ اس پر دوبارہ نظر ثانی کی درخواست گاندھی جی کی طرف کی گئی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے نے اس پر مزید غور کرنے سے انکار کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ گورنمنٹ سول نافرمانی کی دھمکیوں سے قطعاً مرعوب نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوتا ہے لارڈ ارون کی نازبرداریوں کا خمیازہ گاندھی جی کو اب بھگتنا پڑیگا۔

کشمیر آرڈی ننس ۳ ر جنوری کو ختم ہو گیا ہے۔ اس میں مزید توسیع نہیں کی گئی۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ چند روز دیکھنے کے بعد اگر گورنمنٹ نے ضرورت سمجھی تو اسے پھر نافذ کر دیا جائیگا۔

معلوم ہوا ہے کہ صوبہ سرحد میں اصلاحات کا مسودہ تیار ہو چکا ہے۔ اور حکومت ہند سے اس بارہ میں گفت و شنید شروع ہے کونسل کے چالیس ممبر ہوں گے۔ ۲۶ منتخب شدہ اور ۱۴ نامزد شدہ۔ ہندوؤں کو تناسب آبادی سے تین گنا نیابت دی جائیگی۔ ایک وزیر اور ایک ایگزیکٹو کونسلر ہوگا۔ کونسل کا صدر صوبہ کا گورنر ہوگا۔

معلوم ہوا ہے کہ ۲ ر جنوری کو مسٹر سوبھاش چندر بوس کو ریگولیشن نمبر ۳ ۱۸۱۸ء کے ماتحت گرفتار کر کے کسی نامعلوم مقام پر پہنچا دیا گیا ہے۔

صوبہ جموں کے مسلمانوں کے ڈکٹیٹر سردار گوہر رحمٰن صاحب کا داخلہ زیر دفعہ ۱۴۴ امیرپور میں بند تھا۔ مگر آپ نے اس کی خلاف ورزی کی اور گرفتار کر لئے گئے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ مفتی کفایت اللہ اور مولوی احمد سعید رہنمایان احرار سے جو گفتگوئے مصالحت کر رہے ہیں۔ اس میں حصہ لینے کے لئے حکومت پنجاب نے نواب سکندر حیات خاں کو مامور کیا ہے۔

نامہ نگار انقلاب لکھتا ہے کہ مسلم مفاد سے غداری کرنے کی وجہ سے میر واعظ محمد یوسف پر مسلمانوں کو کوئی اعتماد نہیں رہا۔ اس کے منعقدہ جلسوں میں کوئی نہیں جاتا۔ اور علی الاعلان اس پر نفرین کی جاتی اور آوازے کسے جاتے ہیں۔

پبلسٹی آفیسر سری نگر نے اطلاع دی ہے کہ تحقیقاتی کمیٹی کی سفارش پر مہاراجہ صاحب نے حکم دیا ہے۔ کہ مسجد بلبل شاہ۔ خانقاہ سوختہ۔ مسجد دارا شکوہ اور بل شاہی مسجد مسلمانوں کے حوالے کر دی جائیں۔ اس سے قبل دو مسجدیں دی جا چکی ہیں۔

یکم جنوری کو کانگرس کی مجلس عاملہ نے ایک قرارداد کے ذریعہ پریزیڈنٹ کانگرس کمیٹی کو اختیار دیا ہے کہ گرفتاری کے وقت وہ اپنا جانشین نامزد کر سکتا ہے۔ نیز یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ کہ ملک سے تار۔ ڈاک خانہ اور عدالتوں وغیرہ سرکاری ادارات کے بائیکاٹ کی اپیل کی جائے۔

بمبئی پراونشل کانگرس کمیٹی نے اپنا دفتر خالی کر دیا ہے۔ اور دستاویزات اور ضروری کاغذات کسی محفوظ جگہ پہنچا دئے ہیں۔

پنڈت کرشن کانت مالویہ کو یو۔پی آرڈی ننس کی خلاف ورزی کے الزام میں سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی تھی جس کی وصولی کے لئے ۲ ر جنوری ۱۹۳۲ء کی رات پولیس نے ان کے مکان پر چھاپہ مارا اور فرنیچر وغیرہ قرق کر لیا۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا۔